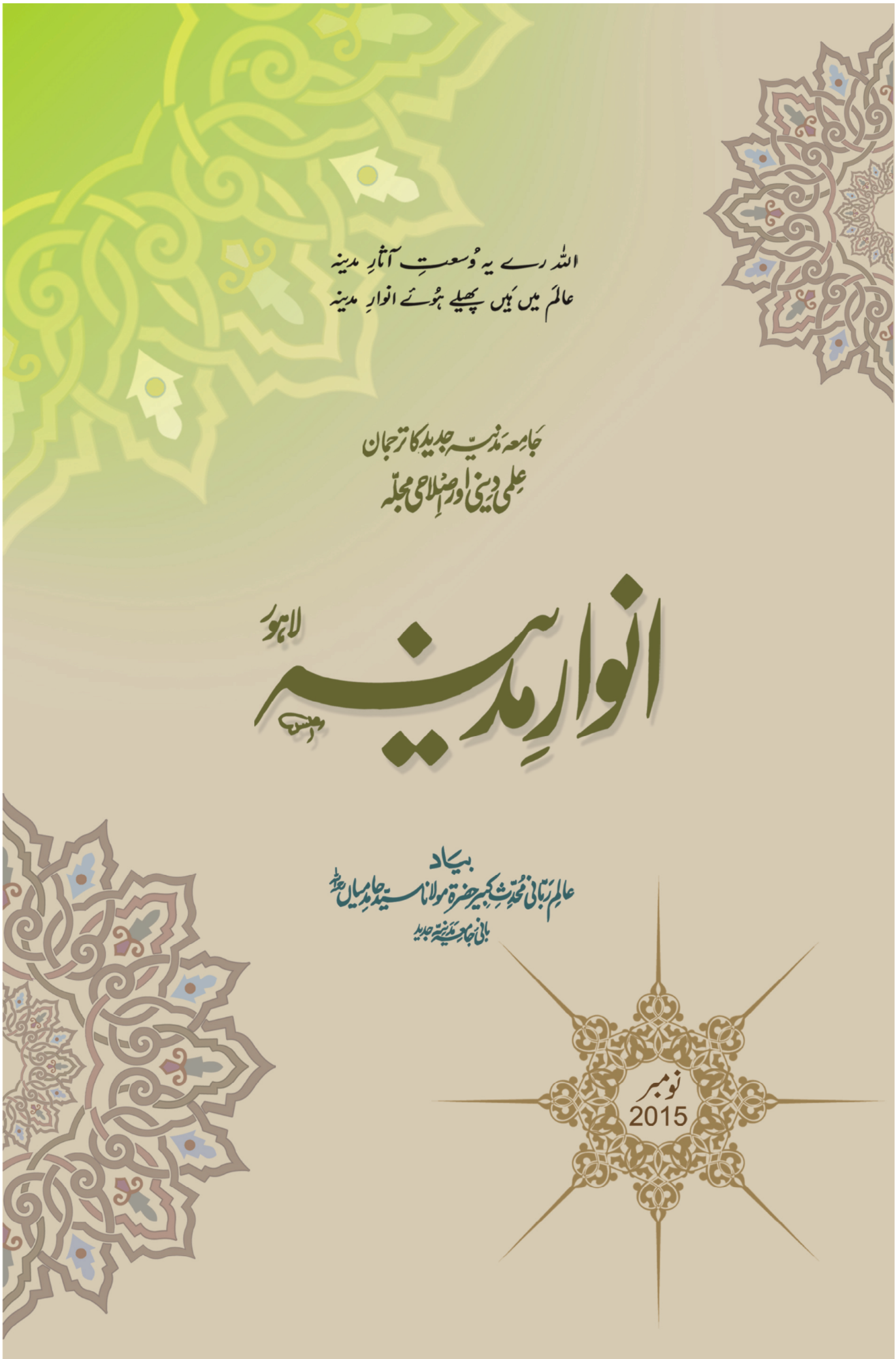

اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید
نومبر
2015

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲۳	صفر المظفر ۱۴۳۷ھ / نومبر ۲۰۱۵ء	شمارہ : ۱۱

سیّد محمود میاں	**سیّد مسعود میاں**
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے
سعودی عرب،متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال
بھارت،بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر
برطانیہ،اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر
اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس
www.jamiamadniajadeed.org
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
اعلیٰ اَخلاق کا معلم	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۹
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۲۳
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۳۰
ماہِ صفر کے اَحکام اور جاہلانہ خیالات	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۳۴
بدشگونی اور اِسلامی نقطۂ نظر	حضرت مولانا مفتی رفیع الدین صاحب قاسمی	۴۲
دین کے مختلف شعبے	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۹
تعارف وتبصرہ " فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ "	مولانا محمد طلحہ صاحب، متخصص فی علوم الحدیث	۵۷

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۲۶ را کتوبر کے روز نامہ نوائے وقت کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیں :

''اَنقرہ (اے پی پی) ترکی کے محکمہ زرعی اَجناس نے روٹی کے ضیاع کی روک تھام نامی ایک مہم کے نتیجے میں تقریبًا ایک سو بارہ اَرب روپے کی بچت کی ہے۔

ذرائع اَبلاغ کے مطابق ترکی کے محکمہ زرعی اَجناس کی جانب سے روٹی کے ضیاع کی روک تھام نامی مہم کا اِنعقاد کیا گیا جس کا مقصد تھا کہ روٹی اِنسانی خوراک کا بنیادی عنصر ہے اور اِسے بلاسوچے سمجھے ضائع نہیں کرنا چاہیے، مہم میں بتایا گیا کہ جو روٹی ہمارے گھروں میں آتی ہے اُس کی تیاری میں کاشتکار خون پسینہ ایک کرتے ہیں۔''

ترکی جو ایک مسلم ملک ہے اور تیزی سے ترقی کی منازل کی طرف گامزن ہے کئی اِعتبارات سے اُس کی بہت سی چیزیں ہمارے لیے قابلِ تقلید ہیں، پاکستان اگرچہ آبادی کے لحاظ سے بہت بڑا ملک ہے مگر غربت کے اِعتبار سے بہت سے بحرانوں سے دوچار ہے مگر اِس کے باوجود رِزق کا ضیاع بھی عام ہے، اَمیر تو کیا غریب بھی رزق کی ناقدری میں مبتلا ہے خاص تقریبات ہوں یا عام ہر جگہ اِس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے عام غریبوں کے ہوٹلوں میں بھی کھانا کھانے والا غریب آدمی آدھی یا پون روٹی

ضرور چھوڑتا ہے اِسی طرح کم وبیش نصف پلیٹ سالن کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جاتا ہے، پینا آدھا گلاس ہوتا ہے بھرا پورا جاتا ہے باقی کو زمین پر چھینٹ دیا جاتا ہے ایسے لوگ بھی دیکھے جاسکتے ہیں کہ ہاتھ بھی گندے اور دانت بھی کپڑے میلے کچیلے مگر دُھلے ہوئے گلاس کو بھی کنگھال رہے ہوتے ہیں جبکہ جس جگ یا مٹکے سے پانی لے رہے ہوتے ہیں وہ گلاس کے مقابلہ میں بہت گندا ہوتا ہے !!!

ترکی جس کی آبادی پاکستان کے مقابلہ میں بہت کم ہے اپنی اِبتدائی مہم میں ایک کھرب بارہ اَرب روپے بچا سکتا ہے تو پاکستان جو آبادی کے اِعتبار سے بہت بڑا ملک ہے کھربوں روپے بچا سکتا ہے، ترکی کی اِس قابلِ تقلید مہم پر عمل کرتے ہوئے ہمارے ملک میں سرکاری اور نجی سطح پر اِس جیسی مہمات چلنی چاہئیں۔

ہمارا ملک باوجودیکہ ایک زرعی ملک ہے مگر غلط منصوبہ بندیوں کی وجہ سے زرعی اِعتبار سے ترقی یافتہ ہونے کے بجائے بحرانوں کا شکار ہے پانی کے مسائل اِس پر مستزاد ہیں لٰہذا روٹی بچاؤ مہم کے ساتھ چائے چھوڑ، تمباکو چھوڑ، پان چھوڑ، سگریٹ چھوڑ مہمیں بھی ترتیب دے کر قومی سطح پر آگہی تحریکات کو آگے بڑھا کر اَربوں روپے نہیں بلکہ اَربوں ڈالر سالانہ کی بچت کر کے تعلیم، صحت، سائنس اور عسکری اِیجادات کے میدانوں میں بہت آگے بڑھ سکتے ہیں۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامد یہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے۔(آمین)

کنجوسی بری ہے اور فضول خرچی بھی
عیش پرستی اور تن آسانی سے بچو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

یہاں '' تَنَعُّمْ '' کا مطلب ہے اپنی تن آسانی کے لیے حد سے زیادہ سامان مہیا کرنا، نعمتوں کی فراوانی چاہنا، سامانِ عیش و راحت جمع کرنا، تن پروری اور سہولت پسندی اِختیار کرنا، تو اِس سے آپ علیہ السلام نے حضرت معاذؓ کو بچنے اور اِحتراز کرنے کی تلقین فرمائی اور بتلایا کہ اللہ کے نیک بندے عیش پسند نہیں ہوتے [1] بلکہ سادگی اور کم سامانی کو ہی اپنے حق میں بہتر سمجھتے ہیں اور خواہ مخواہ کے تکلّفات سے کنارہ کش رہتے ہیں گویا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اِس بات کا حکم دیا گیا کہ دُنیا کی طرف زیادہ توجہ نہ دو، سامان اکٹھا کرنے کی فکر میں نہ پڑو، خواہشات کی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقصد نہ بناؤ، کم سامانی اور تھوڑے سے رزق پر ہی راضی رہو۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک دفعہ پانی لایا گیا جس میں شہد ملا ہوا تھا آپ نے فرمایا اِنَّہٗ لَطَیِّبٌ [2] یہ پاکیزہ اور عمدہ چیز ہے مگر مجھے نعمتیں اِستعمال کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے

[1] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۲۶۲ [2] مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۵۲۶۶

کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں اِستعمال کریں تو وہاں (آخرت میں) محروم رہ جائیں کیونکہ باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ [1] یعنی جو مزیدار اور عمدہ چیزیں تھیں وہ تو دُنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے اِس لیے اب وہ تمہیں نہیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں بلاشبہ جائز الاستعمال ہیں، اُن سے مستفید و متمتع ہونا کوئی بُری بات نہیں ہے مگر حد سے تجاوز کرنا اور نعمتوں کا بے جا اِستعمال کرنا ہر گز درست نہیں ہے، اِسلام نے اِسراف و فضول خرچی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

اِسلام نے جہاں فقراء و مساکین کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے فقر و اِفلاس کا خدا کے سوا کسی سے گلہ و شکوہ نہ کریں صبر و ہمت سے کام لیں وہاں اُس نے اُمراء اور اہلِ ثروت کو یہ حکم دیا ہے کہ تم دولت کو بے جا صرف نہ کرو اور غرباء و مساکین پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لو، اِسلام میں بخل (مال کو روکے رکھنا) اور اِسراف (بے جا خرچ کرنا) دونوں ناجائز ہیں۔

گورنروں کے لیے ضابطہ :

حضرت فاروقِ اعظمؓ جس کو کوئی منصب اور عہدہ سپرد کرتے تو اُسے یہ ضرور نصیحت فرماتے کہ آرام طلب نہ بننا، عیش پسندی کی عادت نہ ڈالنا اور سادگی کو ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ ایک دفعہ آپ کو کسی گورنر کے بارے میں شکایت پہنچی کہ اُس نے اپنے دروازے پر پہرہ دار بٹھا رکھا ہے اور نرم و باریک کپڑے پہنتا ہے تو آپ نے اُسے فوراً طلب فرمایا اور دریافت فرمایا کہ کیا تم نے پہرہ دار بٹھا رکھا ہے اور نرم کپڑے اِستعمال کرتے ہو ؟ اُنہوں نے اِقرار کیا کہ ہاں مجھ میں یہ خامیاں موجود ہیں، آپ نے اُنہیں معزول فرمایا اور اُنہیں بکریں چرانے کا حکم صادر فرمایا ! اُنہوں نے تامل کیا، فرمایا کہ کیا تم اور تمہارے باپ دادا یہ کام نہیں کرتے تھے ؟ عرض کیا ضرور کرتے تھے مجھے بھی کوئی اِنکار نہیں مگر میرے دوست اور ساتھی میرا مذاق اُڑائیں گے اُس میں جو ذلت ہوگی اُس سے مجھے اِتنی کوفت ہوگی کہ آپ کا مجھے جان سے مار دینا اِس سے آسان ہے !! آپ نے پوچھا آئندہ تو ایسا نہیں کرو گے ؟ عرض کیا کہ نہیں کروں گا، تب آپ نے اُنہیں معاف فرما دیا۔

---

[1] بخاری شریف کتاب المظالم والغضب رقم الحدیث ۲۴۶۸

خلفائے اِسلام کے حالاتِ زندگی پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ تنعم اور عیش وعشرت سے بہت بچتے تھے، وہ بادشاہ اور خلیفہ ہو کر بھی ہمیشہ عسرت و تنگی میں رہتے اور ہمیشہ صبر و ہمت سے کام لیتے رہے، اُن کے پاکیزہ قلوب مال و اَسباب کی محبت سے یکسر پاک تھے۔ تمام صحابہ کرامؓ اور خود سرورِ کائنات علیہ الصلٰوۃ والتسلیمات کی یہ عادت تھی کہ جو کچھ آتا فقراء و غرباء پر بے دریغ خرچ کر ڈالتے، صحابہ میں مالدار ضرور رہے ہیں مگر وہ بخیل ہرگز نہ تھے اُنہیں بخل سے نفرت تھی اور سخاوت ہی میں فلاح و کامیابی مضمر سمجھتے تھے۔

مال کماؤ مگر اللہ کو یاد رکھو :

اِسلام میں دولت کمانے کی ہر شخص کو اِجازت ہے مگر جائز و طیب طریقوں سے کمائے اور اِسلام نے یہ پابندی عائد کی ہے کہ دُنیا جمع کرنے میں اِس قدر نہ منہمک ہو کہ خدا ہی کو بھول جاؤ اور آخرت کی فکر جاتی رہے۔ اِسلام نے یہ بھی بتلایا ہے کہ بخل اِختیار نہ کرو اپنے دِل میں دُنیا کی محبت کو جگہ نہ دو اِسے (دولت کو) اپنی آخرت سنوارنے پر صرف کرتے رہا کرو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق بخشے، آمین۔ اِختتامی دُعا.............

❁ ❁ ❁

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۹ ، قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

اعلیٰ اَخلاق کا معلم

سرمایہ پرستی کا دُشمن ۔ اِنسانیت کا حامی ۔ شرافت کا علمبردار

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

دُنیا دو طبقوں میں بٹ گئی ہے : صاحبِ سرمایہ اور محنت کش مزدُور اِن دونوں کے نظریے مختلف ہیں اور اِس بنا پر اِن کے مفادات بھی مختلف سمجھے جاتے ہیں یہ اِختلاف تصادم کی حد تک پہنچ گیا ہے پوری دُنیا جو اِس تصادم کی آماجگاہ ہے بحران میں مبتلا ہے، اِسلام ثالث بالخیر ہے دونوں کو صحیح مشورہ دیتا ہے۔

(۱)

سرمایہ داری کے خلاف جو کچھ کتابوں میں لکھا گیا سیاسی پلیٹ فارموں پر کہا گیا اُس کو سامنے رکھو پھر قرآن کی صرف دو آیتیں پڑھو ! کس شدت سے سرمایہ داری کے خلاف گرج رہی ہیں ! !

﴿ اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ط ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ﴾ (سُورة التوبه : ۳۴ ، ۳۵)

''جولوگ سونے اور چاندی کے ذخیرے جوڑ کر رکھتے ہیں اور اُن کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ، اُن کو مژدہ سنادو دردناک عذاب کا ، اُس روز جب سونے اور چاندی کے اِن ذخیروں کو دوزخ کی آگ میں تاپا جائے گا پھر (سرمایہ داروں) کی پیشانیوں ، کروٹوں اور کمروں کو داغا جائے گا (اور بتایا جائے گا) یہ وہ ہے جو تم نے خاص اپنے لیے جوڑا تھا ، اب چکھو اِس کو جو تم نے جوڑ کر رکھا تھا۔''

﴿ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ ط بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ط سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴾ (سُوره اٰل عمران : ۱۸۰)

''اور وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اُس (مال) میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز ہرگز نہ سمجھیں کہ اُن کا یہ فعل اُن کے لیے بھلائی کی بات ہے ، نہیں نہیں یہ اُن کے لیے بڑے شر اور برائی کی بات ہے ، عنقریب قیامت کے دِن یہ مال ومتاع جن کے لیے وہ بخل کرتے ہیں اُن کے گلوں میں (عذاب) کا طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔''

مگر فرق یہ ہے کہ قرآنِ حکیم اللہ کے نام پر خرچ کراتا ہے اور سیاسی مُنادوں کی نظر پیٹ پر ہے یعنی نفع اَندوزی اور خود غرضی وہاں بھی اور یہاں بھی۔

(۲)

'' اِسلام '' پاداشِ عمل کا نقشہ پیش کر کے اِعتدال پیدا کرتا ہے کہ مزدور اگر اِقتدار حاصل کرلے تو منہ چھوٹ وحشی نہ بنے اور یاد رکھے کہ اگر سرمایہ دار کا ظلم ، ظلم تھا جس کی سزا اُس کو ملی تو مزدور

کا جبر و قہر بھی ظلم ہے، یہ بھی اُس کی قدرتی پاداش سے نجات نہیں پا سکتا، اَز مکافاتِ عمل غافل مشو۔[1]

ہر آنکہ تخمِ بدی کشت و چشم نیکی داشت
دماغِ بیہُدہ پخت و خیالِ باطل بست[2]

(۳)

''اِسلام'' خس و خاشاک، شجر و حجر اور اِنسان میں فرق کرتا ہے۔ اینٹ، پتھر اور کوڑے کرکٹ کی زندگی مشاہدہ کی حد تک ہے، درخت کٹ کر جل جاتے ہیں، اینٹ پتھر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں یہ سب زمین کی پیداوار ہیں، زمین ہی میں مل جاتے ہیں۔ گھوڑے، گدھے اور اِنسان میں جو فرق ہے اِسلام اُس کو بھی نظر اَنداز نہیں کرتا ہے، جانوروں کی زندگی کا حاصل صرف پیٹ ہے یا وہ فعل ہے جس سے نسل باقی رہ سکے، لیکن اِنسانوں کو اِسلام ایک ایسی حقیقت قرار دیتا ہے جن کا درجہ اِن سب سے بلند ہے، زمین سے لے کر آفتاب تک اور جہاں جہاں تک مشاہدہ کی رسائی ہو سکے اِسلام اِنسان کو اِن سب کا حاکم و فرمانروا قرار دیتا ہے، اِنسان سے بلند صرف وہ ہے جو تمام کائنات کا خالق ہے۔

''اِسلام'' اِنسان کو کائنات کا خلیفہ اور نائب السلطنت قرار دیتا ہے، اِسلام اِنسان کو ایک ایسی حقیقتِ جاوداں قرار دیتا ہے جو موت پر ختم نہیں ہو جاتی، موت ایک نئی زندگی کا دروازہ یا وادیٔ حیات میں پہنچنے کا پُل ہے، موت فنا نہیں بلکہ اِنتقال ہے یا اِرتقاء ہے مگر سیاسی مُناد اِس سلسلۂ حیات سے قطعاً ناآشناء ہیں اُن کے نزدیک اِنسان شہوت پرستی کا ایک کڑوا پھل ہے جو پیٹ کے لیے پیدا ہوا اور اِسی چکر میں فنا ہو جائے گا۔

(۴)

فطرتِ اِنسان وحشت پسند نہیں اِس کی فطرت میں اُنس ہے۔ فطرتِ اِنسانی کا قیمتی جوہر ''محبت'' ہے اِسی لیے وہ معاشرہ اور سماج بناتا ہے جس کی بنیاد اُنس و محبت پر ہے۔ ہمدردی، رواداری،

---

[1] کیے کے بدلہ سے غافل مت ہو۔

[2] جس شخص نے بھی برائی کا بیج بویا اور نیکی کی اُمید رکھی اُس نے بیہودہ سوچ پکائی اور بیکار خیال باندھا۔

باہمی تعاون، آپس کا اِعتماد اور بھروسہ، رحم، شفقت، مروت، مساوات، اُخوت، اِنسانی سماج کے چہرہ کے آنکھ ناک اور خدو خال ہیں، اِسلام اِن سب کو سامنے رکھ کر اعلیٰ اَخلاق کی تعلیم دیتا ہے مگر سیاسی مُنادوں کے یہاں اِن سب کے جواب میں ''پیٹ'' ہے اِن کے تمدن اور شہرت کا حاصل صرف عیش پسندی ہے اور راحت طلبی، کوٹھی، فرنیچر، موٹر، ہوائی جہاز، ایئر کنڈیشنڈ، کوچ، اِن سب کا مقصد ؟ عیش اور راحت۔

(۵)

عقل بہت بڑی دولت ہے جو اِنسان کو میسر ہوئی ہے، اِسی نے اِنسان کو جانوروں سے ممتاز کیا اور اِسی عقل نے اِنسانی تمدن کی زُلفیں سنواریں۔ اِسلام عقل کی قدر کرتا ہے مگر اُس سے بلند پروازی کا مطالبہ کرتا ہے، مادّیات کے اُلجھاؤ میں پھنس کر نہ رہ جائے، آگے بڑھے، غور وفکر کے دائرے کو وسیع کرے، پیٹ کی کائنات کے سوا کوئی اور کائنات بھی ہے، غور کرے اِس کائنات سے بالا بھی کوئی اور ہے ؟ اِس کائنات کا مقصد کیا ہے ؟

یہ چاند تارے گھوم رہے ہیں، کیا فٹ بال کا میچ ہو رہا ہے ؟ یہ پورا نظامِ شمسی اور اب تو کہا جاتا ہے کہ ایک نظامِ شمسی ہی نہیں بہت سے نظام ہیں ! کیا بساطِ شطرنج ہیں یا کسی کلب کا تماشا ! ! کیا یہ ڈانس ہو رہا ہے ؟ سنو ایک آواز ہے سچی آواز۔ سنو ! قرآن کیا کہتا ہے ؟ قرآن کہہ رہا ہے :

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ o اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًاج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾[۱]

''آسمان و زمین کی تخلیق میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دِن کے آتے رہنے میں بڑی ہی نشانیاں ہیں اَصحابِ عقل و دانش کے لیے، وہ اَربابِ دانش جو (صرف مادّیات کے گھروندہ میں گھر کر اور قید ہو کر نہیں رہ جاتے بلکہ اِس سے بلند ہو کر اپنے خالق کو اِس طرح یاد کرتے ہیں کہ کسی حال میں بھی اُس سے غافل نہیں

---

[۱] سُورہ اٰل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱

ہوتے) وہ اپنے خالق اور رب کی یاد سے بھی غافل نہیں ہوتے وہ ذکراور یادِ خدا کے ساتھ فکر سے بھی خالی نہیں ہوتے اور زمین کی پیدائش اور تخلیق کے بارے میں غور کرتے رہتے ہیں (کیا یہ یونہی بیکار، سامانِ تفریح اور کھیل تماشا کے طور پر عالمِ وجود میں بکھر پڑے یا اِن کی پیدائش اِن کے مضبوط نظام اور اِس عجیب وغریب کاریگری کا کوئی مقصد ہے، اِس ذکر وفکر کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ پکار اُٹھتے ہیں) خدایا یہ سب کچھ تو نے پیدا کیا ہے تو بلاشبہ بیکار اور عبث نہیں پیدا کرتا۔

ضروری ہے کہ یہ کارخانہ ہستی جو اِس حکمت وخوبی کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ عقلِ اِنسانی ہر قدم پر حیرت اور اِستعجاب کا توشہ لے کر آگے بڑھتی ہے یہ کارخانہ ہستی یقینًا کوئی مقصد اور غایت رکھتا ہے، یقینًا تیری ذات اِس سے پاک ہے کہ بیکار اور بے مقصد کوئی کام اُس سے صادر ہو۔ خدایا ہمیں عذابِ آتش سے بچائیو (جو کوتاہ نظری اور غفلت کے نتیجہ میں دُوسری زندگی میں پیش آنے والا ہے)۔''

عقل کا نورِ تاباں اور جوہرِ درخشاں اگر مادّیات کے ظلمات ہی میں بھٹک کر رہ گیا، اِقتصادیات کے دائرہ ہی کو اُس نے اپنی آخری حد بنا لیا اور قومی سیاست کے جوڑ توڑ یا بین الاقوامی پالیٹیکس کے گھ جوڑ سے آگے نہیں بڑھا، نہ بڑھنے کا اِرادہ کیا تو یقین کر لو کہ اچھی توفیق کی برکت اُس سے چھین لی گئی وہ اِنسانی عظمت کے اَعلیٰ تقاضوں سے محروم کر دیا گیا، اللہ نے اُس کے دِل پر مہر لگادی، آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور کانوں پر ایسا کنٹوپ چڑھا دیا کہ اُس کی سماعت بیکار ہو کر رہ گئی ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ یہ کس نے کیا ؟ خود اُس نے کیا کہ اللہ کی نعمت عقلِ سلیم کو اَعرج [1] اور مفلوج بنا دیا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لوگ خود اپنے اُوپر ظلم کیا کرتے ہیں۔ (سورۂ یونس)

---

[1] لنگڑا

میدانِ اِنقلاب.......تبدیلی کہاں کی جائے ؟

عالیشان کوٹھی کے ہرے بھرے لان کے کنارہ پر موٹر گراج کے پیچھے سرکیوں کی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک دُبلی پتلی عورت اور اُس کے تین چار چھوٹے بڑے بچے رینگ رہے ہیں، کپڑے پھٹے ہوئے، پیٹ خالی، چہروں پر ہوائیاں، اُونچی نیچی زمین اُن کا فرش اور بستر ہ ہے، دو بچے اُسی پر پڑے ہوئے ہیں ایک کا بدن بخار سے تپ رہا ہے دُوسرے کے بدن پر چیچک کی پھنسیاں ہیں، ہسپتال سے اُس کو خارج کر دیا گیا ہے لیکن ابھی بہت کمزور ہے کچھ پھنسیاں پک بھی گئی ہیں، یہ کوٹھی ایک ساہوکار[۱] کی ہے یہ ایک کروڑ پتی ہے اُس کی کئی مِل ہیں فیکٹریاں ہیں، اُس کا اپنا ایک بنک ہے کوٹھی نہایت خوبصورت عظیم الشان، بہت آراستہ، اُس کا فرنیچر بھی لاکھ سوا لاکھ سے کم کا نہیں ہے، اُس کے پاس کئی کاریں ہیں، بڑے بڑے اَفسروں سے اُس کی دوستی ہے، کئی اَفسر لنچ کے وقت زیادہ تر اُسی کے یہاں آجاتے ہیں، ہفتہ میں ایک دو دفعہ ڈنر ضرور ہوتا ہے جس میں منسٹر اور اکثر باہر کے سفیر بھی شریک ہوا کرتے ہیں۔

عورت کی وہ جھونپڑی کوٹھی کے سامنے تو نہیں ہے لیکن جب کار گیٹ سے گزرتی ہے تو اُس کا کونہ نظر آتا ہے اور باہر سڑک پر جب اُس طرف کار مڑتی ہے تو وہ جھونپڑی بالکل سامنے ہوتی ہے سیٹھ صاحب کی نظر اُس پر پڑ جاتی ہے تو گیٹ کے سنتری کو ڈانٹتے ہیں کہ جھونپڑی کیوں نہیں ہٹوا دیتے لیکن پھر کچھ رحم آجاتا ہے چھوڑ دیتے ہیں، یہ سیٹھ صاحب کی مہربانی ہے۔

لیکن کیا ڈنر اور کاک ٹیل کے وقت بھی سیٹھ صاحب کو اُس غریب عورت اور اُس کے بچوں کا خیال آتا ہے ؟ اگر ایک پلیٹ یا ایک جام کی قیمت اِس غریب کو دے دیں تو اُس کا پورا ہفتہ آرام سے بیت جائے مگر سیٹھ جی کو کبھی اِس کا خیال بھی نہیں آیا، اُس کے سینے میں دِل ہے یا پچھلے دِنوں جو آپریشن ہوا تھا اُس میں دِل کی جگہ ڈاکٹروں نے کوئی پتھر رکھ دیا ہے مگر آپریشن سے پہلے بھی اُن کا دِل پتھر ہی تھا جو کبھی بھی غریبوں کی ہمدردی کے لیے نہیں پسیجتا تھا۔

---

[۱] سود پر روپیہ چلانے والا

اچھا یہ سنگدلی دولت نے پیدا کی یا دولت اُن کے پاس اِس لیے جڑی کہ یہ سنگدل تھے، جب لوگ فاقوں سے مررہے تھے تو یہ غلہ کا بلیک کررہے تھے، اِن کے ایک دوست نے اِن سے ایک گٹھا[1] خریدا تھا تو اُنہوں نے اُس سے بھی بلیک کی قیمت وصول کی تھی، اُن کو خبر تھی کہ دوست کا باپ بیمار ہے راشن کا آٹا اُسے نقصان دیتا ہے وہ ملاوٹ کا آٹا ہے بیمار باپ کے لیے خالص گیہوں کے آٹے کی ضرورت تھی، دوتین کیلو میں پرہیزی کھانے کی ضرورت پوری ہوسکتی تھی مگر یہ ایک گٹھے سے کم دینے پر راضی نہیں ہوئے تھے اور یہ گٹھا بھی اُنہوں نے بڑا اِحسان رکھ کر دیا تھا اور اُس کے دوست نے مجبورًا خریدا تھا۔

مگر ہمارے سامنے ایسے بھی بہت سے دولت مند ہیں جن کا محل سرا بھوکوں ننگوں کا پناہ گاہ ہوتا ہے جن کی دولت سے بہت سے خاندانوں کے پیٹ پلتے ہیں، قومی کاموں میں آگے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں بہت سے طلبہ اُن کے وظیفوں اور اِسکالرشپ کی مدد سے تعلیمی ترقی کی اُونچی اُونچی منزلیں طے کرتے ہیں، اگر یہ سنگ دِلی دولت کی تاثیر ہے تو یہ اَثر یہاں کیوں نہیں ؟

سیاسی کھلاڑی آگے بڑھے اُنہوں نے دولت کے خلاف نعروں سے آسمان سر پر اُٹھا لیا، حکومتوں کو تہ وبالا کر دیا، فیکٹریوں پر قبضہ کیا، مزدوروں کو آزادی دی اُن کے حقوق فرض کیے اور اُن میں قانون کی قوت پیدا کردی، زمینداری ضبط کیا، تاجروں میں بڑے بڑے ٹیکس لگائے، ترقیاتی منصوبے بنائے اُن پر اَربوں روپیہ خرچ کیا مگر اِس غریب دُبلی پتلی عورت کی جھونپڑی جہاں تھی وہیں رہی۔ ترقیاتی منصوبوں نے سیٹھ صاحب کی دولت میں تو اِضافہ کر دیا، پہلے وہ فقط سیٹھ تھے اب منسٹر بھی ہوگئے مگر اُس غریب عورت اور اُس کے بھوکے بچوں کا دَلِدَّرْ دُور تو کیا ہوتا اُس کی غریبی اور بڑھ گئی، پہلے پچاس پیسے میں ایک وقت پیٹ بھر جاتا تھا اب ایک سو پچاس پیسوں میں بھی پیٹ نہیں بھرتا، مزدوری جتنی پہلے ملتی تھی اُتنی ہی اب مِل رہی ہے صرف پچیس پیسے بڑھے ہیں۔

---

[1] بورا، بنڈل (Bundle)

سوال یہ ہے کہ یہ علاج غلط ہے یا تشخیص غلط ہے، طبیب نادان ہے یا تیمادار غلط کار، اِسلام کہتا ہے تشخیص غلط ہے ! طبیبِ نادان نے علامت کو مرض سمجھا ! ! نتیجہ یہ ہوا ! ! !

مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی

دولت کی بہتات اصل مرض نہیں ہے، اصل مرض وہ ہے جس نے دولت میں بہتات پیدا کی جس کی وجہ سے چور بازاری اور سود کی رقم کو اُس نے شیرِ مادر سمجھا اور جب منسٹر ہو گیا تو رشوت کا بازار گرم کر دیا، ٹھیکیداروں اور کمرشل ایجنٹوں سے اپنا کمیشن مقرر کرایا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ ہے اصل مرض یعنی دولت کی بڑھی ہوئی محبت، کنجوسی اور حرص وطمع۔

تم سوشلزم کا شور مچا کر اُس کی دولت چھیننا چاہتے ہو، اُس پر بھاری ٹیکس لگاتے ہو کہ وہ جو کچھ کمائے تمہیں دے دے، روپے میں صرف دو آنے اپنے پاس رکھے چودہ آنے تمہارے حوالے کر دے، تم قانون بنا کر بہت خوش ہوئے کہ سرمایہ داری ختم کر دی، ایک تجوری کی رقم بہت سی تجوریوں میں پہنچا دی، سونے پر پابندی لگا دی، اَفراطِ زر اور نفع اَندوزی کے راستے بند کر دیے لیکن جب بجٹ بنایا گیا تو اَربوں کا خسارہ تھا اور غریبی کے دامن پہلے سے زیادہ پھیل گئے تھے، جنتا کی مصیبت اور بڑھ گئی تھی کیونکہ تمہارے قانون پر کہیں بھی ٹھیک طرح عمل نہیں ہوا تھا۔ جو ساہوکار بلیک کا عادی تھا جس کو چور بازاری کی چٹکھی پڑ چکی تھی اُس نے بلیک اور چور بازاری کے اور راستے نکال لیے، اِنسپکٹر صاحبان دندناتے ہوئے پہنچے لیکن زرد یدم فولاد خرم [1] چاندی کے پاپوش [2] نے تمام چوکڑی [3] بھلا دی، پہلے صرف سیٹھ جی بلیک کیا کرتے اَب اِنسپکٹر صاحبان بھی اُن کے مددگار ہو گئے، رفتہ رفتہ سیکر یٹریٹ اور منسٹری کو بھی اپنی برادری میں شامل کر لیا ! ! ! یہ سوشلزم کی ترقی ہے یا بلیک اِزم کی ؟ ؟ ؟

اَصل مرض اگر دولت اور خزانہ تھا اور سیٹھ جی اُس کے مریض تھے تو سرکاری عملہ کو کیا ہو گیا یہ کیوں بیمار ہو گیا یہ تو سرمایہ دار نہیں تھا ! غور کرو اور سوچو ! ! اَصل مرض کیا ہے جس نے پورے سماج کو بیمار بنا دیا تم ترقیاتی منصوبوں کی آدھی مسافت طے کر چکے ہو، نتیجہ سامنے ہے ! پندرہ سال بعد

---

[1] میں نے سونا دیکھا اور فولاد کو خرید لیا۔ [2] جوتا [3] حواس باختہ ہونا، ہوش نہ رہنا

پوری مسافت طے کر چکو گے نتیجہ کیا ہوگا ؟ اَب اگر اصل منزل سے پچاس میل دُور ہو گئے ہو تو پوری مسافت طے کرنے کے بعد سو میل دُور ہو جاؤ گے ! ! !

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی
کایں رہ کہ تو مے روی بترکستان است [1]

اچھا، عرب کے ریگستان میں تقریبًا چودہ سو برس پہلے ایک آواز بلند ہوئی تھی اُس کی کچھ بھن بھناہٹ آج بھی کانوں پہنچ رہی ہے۔ بہت ہی جچے تلے اور معنی خیز الفاظ جو کانوں میں پڑ رہے ہیں اُن کا تعلق اِقتصادیات سے بھی ہو سکتا ہے، آخری فقرہ تو بہت ہی عجیب ہے پوری گفتگو کا نچوڑ ہے، اُس کا ایک ایک حرف سونے سے لکھنے کے قابل ہے اور واقعہ یہ ہے کہ لوگوں نے اُس کو سونے سے لکھا غور سے سنو ! ! سنو کیا اِرشاد ہو رہا ہے ! ! !

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ. (بُخاری شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۵۲)

''بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا (پارچہ) ہے جب وہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو سارا بدن ٹھیک ہو جاتا ہے، دیکھو وہ قلب ہے۔''

اِسلام یہی کہتا ہے کہ اصل بیماری دولت نہیں، اصل بیماری دلوں کی بیماری ہے درستی چاہتے ہو تو دلوں کو ٹھیک کرو، اِنقلاب یہاں برپا کرو۔

﴿ فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ﴾ (الحج : ۴۶)

''آنکھیں اَندھی نہیں ہوتیں وہ دِل اَندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اَندر ہیں۔''

سب سے زیادہ مؤثر علاج اِیمان بالغیب ہے، یہ دِل کے تمام اَمراض کے لیے تریاق ہے

یعنی یہ مت سمجھو کہ جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے بس وہی ہے، جو نظر نہیں آتا اُس کا وجود ہی نہیں ہے، نہیں نہیں اِس کے سواء بھی ہے۔ بیج کا پودا اور پودے کا پھل اب نظر نہیں آتا مگر وہ یقینی ہے ضرور

[1] اے دیہاتی ! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبۃ اللہ تک نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جس راستے پر تو چل رہا ہے وہ تو ترکستان جاتا ہے۔

سامنے آئے گا، ہمیں وہ بھی نظر نہیں آتا جو ہمیں دیکھ رہا ہے ہر وقت دیکھ رہا ہے ہمارا ہر ایک عمل دیکھ رہا ہے ہماری ہر ایک حرکت دیکھ رہا ہے ہمیں اُس کے سامنے حاضر ہونا ہے ہر ایک عمل کا حساب اور ہر سوال کا جواب دینا ہے یہی یقین ''اِیمان'' ہے۔ اِس یقین کے تقاضوں کو پورا کرنا اِیمانداری ہے، تقوی کی پہلی منزل یہیں سے شروع ہوتی ہے اِسی کا دُوسرا نام ضمیر کی اِصلاح ہے، یہ اِصلاح ہوجائے تو پھر ہمیں قانون کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمارا عمل خود قانون ہوگا قانون کی جان ہوگا قانون بے اِعتمادی کی دلیل ہے، قانون اِصلاح نہیں کرتا اَلبتہ قوم کی خرابیوں کی چغلی کرتا ہے۔

آخری منزل .... ''ملکیت'' کا خاتمہ

میدانِ سیاست کے مشہور شہسوار تیز دوڑ رہے ہیں، ہانپ رہے ہیں، سانس پھولے ہوئے ہیں دلوں کی دھڑکنیں بڑھی ہوئی ہیں چہروں پر گرد ہے ہونٹوں سے کف اُبل رہا ہے حواس گم ہیں پیٹ پر ہاتھ ہے، چلا رہے ہیں کہ سیٹھ جی سے خزانہ چھین کر مزدُوروں کو دیا تھا کہ جنتا کا پیٹ بھرے ملک کی غریبی دُور ہو، اب یہ مزدور بھی سیٹھ بن گئے، وہی رشوت، بلیک مارکیٹنگ، اسمگلنگ اور جہاں سے مل سکے روپیہ چھیننے اور جمع کرنے کی ہوس، جو سیٹھ صاحب کی فطرت تھی مزدوروں کی طبیعت بنتی جارہی ہے، دولت کی گردش کو پہلے تنہا سیٹھ صاحب روکے ہوئے تھے جس کی وجہ سے تقسیم مساوی نہیں ہورہی تھی، جنتا کا ہاتھ خالی اور پیٹ بھوکے تھے۔ نئے قانون سے سیٹھ جی کا زور تو ٹوٹا لیکن نئے سیٹھوں کی نئی دُنیا جنم لینے لگی جو پہلے سے زیادہ تنگ نظر، پاپی اور زہریلی ہے، کیا کوئی منتر ہے کہ نئے دولتمندوں کی یہ پیدائش بند ہو، دولت کی تقسیم میں فرق نہ آئے اور بھوکی جنتا کا پیٹ بھرے۔

سوال بہت ضروری تھا ! ! ''سوشلزم'' کا سارا گھروندہ زمین پر ڈھیر ہوا جارہا تھا بڑے فکر کی بات تھی، کانفرنس طلب کی گئی، ایجنڈے میں صرف یہی ایک سوال تھا کہ دولت کی تقسیم کس طرح مساوی ہو جنتا کا پیٹ کیسے بھرے اور نئے سیٹھوں کی پیداوار کیسے رُکے ؟ کئی روز تک بحث ہوئی، دِل کھول کر تقریریں کی گئیں، خیالات ظاہر کیے گئے، سب مقرر ایک ہی پارٹی کے تھے، عام طور پر تقریروں میں یہی

کہا گیا کہ جب تک دولت لوگوں کے ہاتھوں میں رہے گی جب تک پبلک کے آدمی اپنی ملکیت جتاتے رہیں گے دولت کی تقسیم مساوی نہیں ہو سکتی، اب صرف ایک ہی علاج ہے کہ ''ملکیت'' ختم کردی جائے پیداوار کے تمام ذرائع، کارخانے، مِل، فیکٹریاں سب ''اسٹیٹ'' کی ہوں، پیداوار اسٹیٹ کی ہو، بلڈنگیں، مکانات کوٹھیاں اور باغات سب اسٹیٹ کی ہوں پھر اسٹیٹ کا کام یہ ہو کہ جنتا کا پیٹ بھرے، اُن کے کھانے پینے، رہنے سہنے کا اِنتظام کرے، ہر ایک بالغ کو مرد ہو یا عورت کام پر لگائے۔

تجویز مناسب تھی، جذبات کے موافق تھی، بالاتفاق منظور کی گئی، عقل کی کسوٹی پر رکھنے کی ضرورت کبھی نہیں سمجھی گئی، لیکن ابھی تجربہ شروع ہی ہوا تھا کہ عائلہ (فیملی) گرہستی اور خاندان کا سوال سامنے آگیا۔ ایک سوال یہ بھی سامنے آیا کہ یہ ممکن ہے کہ ملکیت ختم ہونے کے بعد کارکردگی اور کارگزاری میں اِضافہ ہو ؟

(الف) اِنسان کی فطرت یہ ہے کہ اُسے اپنے نفع سے محبت ہوتی ہے، وہ نفع کی خاطر بسا اَوقات کام زیادہ کرتا ہے لیکن جب زیادہ محنت کا پھل اُس کو نہیں بلکہ اسٹیٹ کو ملے گا تو کیا اسٹیٹ کی محبت اور اُس کی ترقی کا جذبہ اِس فطری محبت اور جذبہ کی جگہ لے سکے گا ؟

(ب) قابلیت کا مظاہرہ اور آگے بڑھنے کا شوق بھی اِسی جذبہ کی بناء پر ہوتا ہے لیکن خاتمۂ ملکیت کے بعد جب یہ جذبہ ٹھنڈا پڑ جائے گا تو قابلیت کا مظاہرہ کیوں ہوگا اور آگے بڑھنے کے تصور میں کوئی شخص اپنی جان مصیبت میں کیوں ڈالے گا۔

(ج) ایک شخص محنت کر کے کماتا ہے وہ اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے بیوی بچوں کے اَندر اِحسان مندی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، وہ اِس کی بات مانتے ہیں اِس سے گرہستی اور خانگی نظام قائم ہوتا ہے وہ اپنی بیوی بچوں کو خوش رکھنے کے لیے زیادہ کمانے کی کوشش کرتا ہے جس کے لیے زیادہ محنت کرتا ہے اِس سے ملک کی پیداوار اور وطن کی دولت میں اِضافہ ہوتا ہے، باپ کو دیکھ کر اَولاد میں بھی محنت کرنے اور آگے بڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے لیکن اُس کی کمائی جب اُس کی اپنی نہیں بلکہ اسٹیٹ کی ہوگی اور اسٹیٹ پیٹ بھرائی کا اِنتظام کرے گی تو جذبات کا یہ تمام سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

تقسیم کی صورت :

پھر اسٹیٹ اُس (گھرانے) کے اَفراد کی ضروریات کا اِنتظام براہِ راست کرے گی یا اُس کو فیملی کا ہیڈ یا گھر کا بڑا قرار دے کر ضروریات کا اِنتظام اُس کے ذریعے کرے گی ، دُوسری صورت میں تقسیم کس طرح مساوی ہوگی ؟ کیونکہ مثلاً چالیس سال کے اِنسان کے آٹھ بچے ہیں اور اِسی عمر کے دُوسرے آدمی کے چار بچے ہیں اور اِسی عمر کا ایک شخص ایسا ہے جس کے اَولاد ہی نہیں ہوئی ۔ یہ چاروں ایک ہی درجہ کے مزدور ہیں مثلاً کسی فیکٹری کی ایک ہی برانچ میں ایک ہی درجہ کا کام کرتے ہیں یا کسی دفتر میں ایک ہی درجہ کے کلرک ہیں تو اَب اُن کا الاؤنس یا وظیفہ مساوی ہوگا یا خاندان کے اَفراد کے بموجب کم وبیش ہوگا ؟ یکساں ہونے کی صورت میں ہر ایک کا پیٹ نہیں بھرے گا اور کم وبیش ہونے کی صورت میں نااِنصافی کا شکوہ ایک نئی مصیبت بن جائے گا اور یہ سوال زور پکڑے گا کہ کیا وجہ ہے کہ مساوی درجہ کے ایک مزدور کو اسٹیٹ صرف اُس کا خرچہ دے ، دُوسرے کو مزید چار کا اور تیسرے کو مزید آٹھ کا ، دُوسری بات یہ ہے کہ اَولاد ایک کی اور خرچہ دُوسرے کے ذمے ! کیونکہ اسٹیٹ صرف اَولاد والے کا نہیں پورے ملک کا مشترک اِدارہ ہے ۔

(د) ایک شخص جو کچھ کماتا تھا سلیقہ سے خرچ کرتا تھا اپنے خرچ سے بچا کر ماں باپ اور دُوسرے رشتہ داروں کی بھی خدمت کرتا تھا ، بسا اَوقات پڑوسیوں کی بھی اِمداد کیا کرتا تھا ، اِس وجہ سے اُس کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے اُس سے ہر ایک محبت اور اُس کی عزت کرتا تھا ، اُس کی عزت کو دیکھ کر جوانوں میں بھی پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی اِمداد کا جذبہ پیدا ہوتا تھا لیکن جب اُس کی کمائی اُس کی نہیں رہی اسٹیٹ کی ہوگئی تو ماں باپ بہن بھائی آس پڑوس کی اِمداد کے تمام سلسلے ختم ہوگئے ، آپس کی ہمدردی اور لحاظ و مروت سب خوابِ پریشان بن گئے ، اب اِنسان کو مویشیوں کے نقشِ قدم پر چلنا پڑے گا ، اصطبل کے مالک ہر ایک گھوڑے کی رہائش خوراک اور حفاظت کا اِنتظام کرتا ہے جو مویشی یہاں رہتے ہیں فربہ بھی ہوجاتے ہیں اُچھلتے کودتے بھی خوب ہیں مالک کا کام بھی کرتے ہیں لیکن اُن میں آپس میں نہ اَدب اور لحاظ ہوتا ہے ، نہ مروت اور پاسداری اور نہ جذبہ ہمدردی ہوتا ہے ۔

ایک مثال :

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے، ایسے فرقے بھی گزرے ہیں جنہوں نے ''زر'' اور ''زمین'' کی طرح ''زن'' کو بھی مشترک مِلک قرار دیا تھا۔ ۱

تقریبًا ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی بات ہے اِس طرح کا ایک شور برپا ہوا تھا، ایک بہت بڑے لیڈر ''مزوک'' نے جو متاثر کرنے کے لیے ''تقدس'' کا جامہ بھی پہنے ہوئے تھا چنانچہ مشہور شہنشاہ ''نوشیرواں عادِل'' کا باپ قباد اُس کا چیلہ ہوگیا تھا، اُس رہنمائے اعظم ''مزوک'' نے پیداوار، ذرائع پیداوار اور دولت ہی نہیں بلکہ عورت کو بھی مباحِ عام کر دیا تھا۔ (الملل والنحل عربی ج ۲ ص ۸۶)

دبستانِ مذاہب فارسی کے الفاظ یہ ہیں :

زناں را اِخلاص گردانید و اَموال مباح داشت و ہمہ مرداں را در خواستہ و زن شریک ساخت، چنانچہ در آتش و آب و علف اَنباز ند۔ ۲

ایک عجیب وغریب دلیل یا فیصلہ ملاحظہ فرمائیے :

---

۱ لیجیے جدید دور کی تازہ تجویز بھی ملاحظہ فرماتے چلیے، مورخہ ۲۶ر اکتوبر ۲۰۱۵ء کے روزنامہ نوائے وقت میں خبر شائع ہوئی کہ :

> ''بیجنگ (بی بی سی) چین میں ایک پروفیسر کی اِس تجویز کے بعد کہ غریب مردوں کو چاہیے کہ وہ مشترکہ بیویاں رکھیں، ملک کی آبادی میں مردوں اور خواتین کی تعداد میں عدمِ توازن پر ایک نئی دھواں دار بحث چھڑ گئی ہے، چین میں اِنٹرنیٹ پر لوگوں نے ''چواچیانگ یونیورسٹی'' کے معاشیات کے ''پروفیسر سیے زواشی'' کی اِس تجویز کو غیر اَخلاقی قرار دیتے ہوئے اِسے مسترد کر دیا ہے۔'' (مرتب)

۲ عورتوں کو آزاد کر دیا اور اَموال کو مباح سمجھا اور تمام مردوں کو عورتوں وغیرہ میں شریک کر دیا جیسا کہ آگ پانی اور گھاس میں سب شریک ہیں۔

''ستمے سنگین باشد کہ زنِ یک جمیلہ باشد و جفت دیگرے قبیحہ۔ پس شرط عدالت ودینداری آنست کہ مرد زنِ جمیلہ خودرا چند روز بداں کس دہد کہ جفت اُو بد وزشت ست وزست اُورا یک چند بخود در پزیر۔'' (دبستانِ مذاہب ص ۱۳۴) ۱

پیٹ کا شور مچانے والوں نے اِس تاریخ سے سبق لیا، عورت کو گھر سے نکالا، کارخانے اور دفتروں میں پہنچایا، بچہ اُس سے لے کر سرکاری پرورش گاہ میں بھیج دیا اور اُس کو زمانہ زچگی کی رُخصت دے دی، لیکن ہر سال ولادت ہونے لگی تو زچگی کی رخصتوں میں بھی پابندی لگا دی گئی مثلاً یہ کہ پانچ دفعہ سے زیادہ زچگی کی رُخصت نہیں دی جائے گی۔ اب مرد وعورت جنسی تعلقات میں آزاد ہیں اَلبتہ نہ عورت ماں بنے گی نہ مرد باپ، شاید اُن کو یہ پتہ بھی نہ چلے کہ اُن کے جنسی تعلقات کا جو نتیجہ تھا وہ زندہ ہے یا مردہ ؟ اگر زندہ ہے تو کہاں ہے ؟ اُس کا مستقبل کیا ہے ؟

''محبت'' کا سلسلہ گھر سے چلتا ہے، ماں کی مامتا باپ کی شفقت کا ردِ عمل اَولاد کی محبت ہے، ملی جلی زندگی میں بہن بھائیوں اور رشتہ داروں میں بے لوث محبت کی شاخیں پھیلتی ہیں لیکن جب زندگی کی پہلی ہی منزل میں یہ چمن برباد کر دیا گیا تو اَب محبت کا نام صرف عیش پرستی کی خاطر آ سکتا ہے، آپس کی ہمدردی، اِمدادِ باہمی اور اِنسانی شرافت سے اِس کا تعلق نہیں رہے گا۔

اور بقول عارف جامی اِنسانی سماج کی تصویر یہ ہوگی۔

ایں نہ مردانند اینہا صورت اَند   مردہ نا نند کشتگانِ شہوت اَند ۲

(باقی صفحہ ۳۳)

---

۱ ایک سنگین ظلم ہے کہ ایک کی بیوی خوبصورت ہو اور دُوسرے کی بدصورت۔ اِنصاف اور دینداری کی شرط یہ ہے کہ شوہر اپنی حسین وجمیل بیوی کو چند روز کے لیے اُس کو دے دے کہ اُس کی بیوی بدصورت ہے اور وہ اُس بدصورت کو چند روز کے لیے خود قبول کر لے۔

۲ یہ مرد نہیں ہیں بلکہ مردوں کی صورتیں ہیں، یہ مرے ہوئے نہیں ہیں بلکہ شہوت کے مارے ہوئے ہیں۔

قسط : ۲۳

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

سترہواں سبق : ذکراللہ

رسول اللہ ﷺ کے تعلیم فرمائے ہوئے خاص خاص اَذکار :

جو آیتیں اور حدیثیں اَب تک مذکور ہوئیں اُن سے اللہ کے ذکر کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہو چکی اور پہلے یہ بھی بتلایا جا چکا ہے کہ اللہ کے ذکر کی کثرت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے۔ اب ہم کو اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کیے ہوئے اور پسند فرمائے ہوئے ذکر کے خاص خاص کلمے معلوم کر لینا چاہئیں۔

اَفضل الذکر :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''سب ذکروں میں اَفضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر ہے۔''

ایک دُوسری حدیث میں ہے جو حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''جب کوئی بندہ دِل کے پورے اِخلاص سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو اِس کلمہ کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ وہ بندہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے۔''

اور ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ :

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا مجھے کوئی چیز بتلائی

جائے جس کے ذریعے میں آپ کا ذکر کیا کروں ؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذریعہ میرا ذکر کیا کرو۔

حضرت موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ ذکر تو سب ہی کرتے ہیں میں کوئی خاص کلمہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، اِرشاد ہوا کہ اے موسٰی اگر ساتوں آسمان اور سب آسمانی مخلوق اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دُوسرے میں تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا ہی جھک جائے گا۔

درحقیقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شان ایسی ہی ہے مگر لوگ اِس کو صرف ایک ہلکا سا لفظ سمجھتے ہیں۔ اِس عاجز نے اللہ کے ایک مخلص اور صادق بندے سے سنا ایک خاص حالت میں اِس ناچیز ہی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :

''اگر کوئی شخص جس کے قبضے میں دُنیا کے خزانے ہوں، مجھ سے یہ کہے کہ یہ سارے تم لے لو اور اپنا کہا ہوا ایک دفعہ کا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِس کے بدلے میں دے دو تو یہ فقیر اِس پر راضی نہ ہوگا۔''

کوئی ناواقف شاید اِس کو مبالغہ آمیز دعوی سمجھے لیکن سچی بات یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی اللہ کے نزدیک جو عظمت اور جو قدر و قیمت ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اِس کا سچا یقین نصیب فرما دیں تو اُس کا حال یہی ہوگا کہ وہ ساری دُنیا کے خزانوں کے بدلے میں ایک دفعہ کا بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دینے پر راضی نہ ہوگا۔

کلمۂ تمجید :

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''سب باتوں میں افضل بات اور سب کلموں میں افضل کلمے یہ چار ہیں :

سُبْحَانَ اللّٰہِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ، وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔''

اور حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

''یہ کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ، وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے اِس پوری دُنیا سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج نکلتا ہے۔''

درحقیقت یہ کلمہ بہت بھی جامع کلمہ ہے اور اللہ کی ثناء وصفت کے سب پہلو اِس میں آجاتے ہیں، بعض حدیثوں میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی آیا ہے، ہمارے ایک مخدوم بزرگ اِس کلمہ کی مختصر تشریح یوں فرمایا کرتے تھے کہ : سُبْحَانَ اللّٰہ پاک ہے اللہ ہر عیب سے اور ہر نقص سے اور اُن تمام چیزوں سے جو اُس کی شان کے مناسب نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ساری خوبیاں اور کمال کی سب صفتیں اِس میں موجود ہیں لہٰذا سب تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور جب اُس کی شان یہ ہے کہ ہر نا مناسب بات سے وہ پاک ہے اور خوبیاں اور کمالات سب اُس میں موجود ہیں تو پھر وہی ہمارا معبود و مطلوب ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہم اُس کے اور بس اُسی کے عاجز اور ناچیز بندے ہیں اور وہ بہت ہی بڑا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہم کسی طرح اُس کی بندگی کا حق اَدا نہیں کر سکتے اور اُس کی عالی بارگاہ تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی مگر یہ کہ وہی مدد فرمائے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ .

تسبیحاتِ فاطمہؓ :

مشہور حدیث ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا کُل کام کاج خود کرتی تھیں حتی کہ خود ہی پانی بھر کر لاتی تھیں اور خود ہی چکی پیستی تھیں، ایک دفعہ اُنہوں نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ اِن کاموں کے لیے اِنہیں کوئی خادم دے دیا جائے تو حضور ﷺ نے اِن سے فرمایا کہ میں تمہیں خادم سے اچھی چیز بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ اَلحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اَللہ اکبر کہہ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم سے بدرجہا بہتر ہے۔

ایک دُوسری حدیث میں اِن کلمات کی فضیلت اور خاصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرے اور آخر میں ایک دفعہ یہ کلمہ پڑھ لیا کرے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

تو اُس کی سب خطائیں معاف ہو جائیں گی اگرچہ سمندر کے جاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ :

حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''جو شخص صبح و شام سو سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھ لیا کرے تو قیامت میں کوئی شخص اِس سے زیادہ ثواب کا سامان لے کر نہیں آئے گا سوائے اُس کے جس نے یہی عمل کیا ہو یا اِس سے بھی زیادہ کیا ہو۔

اور حضرت اَبو ہریرہؓ ہی کی ایک دُوسری روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''دو کلمے ہیں زبان پر بڑے ہلکے، میزانِ عمل میں بہت بھاری اور اللہ کو بہت پیارے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۔''

اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر اللہ کے اور بھی بہت سے کلمے مروی ہیں لیکن ہم نے جو چند کلمے اُوپر نقل کیے ہیں اگر اللہ کا کوئی بندہ اِن ہی کو یا اِن میں سے بعض ہی کو اپنا وِرد بنالے تو کافی ہے۔

ذکر کے سلسلہ میں ایک بات اور بھی خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے اور وہ یہ کہ جہاں تک آخرت کے اَجر و ثواب کا تعلق ہے اُس کے لیے کوئی خاص قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے، اللہ کے جو بندے ذکر کا جو کلمہ بھی اِخلاص سے اور ثواب کی نیت سے جس وقت اور جس مقدار میں پڑھیں گے اِنشاء اللہ وہ اُس کے پورے اَجر و ثواب کے مستحق ہوں گے لیکن حضراتِ مشائخ دِل میں کسی خاص کیفیت کے پیدا کرنے کے لیے مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کے لیے یا دِل میں حضوری اور بیداری کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے یا خاص رُوحانی اور قلبی مرض کے علاج کے لیے خاص خاص طریقوں سے جو ذکر بتلاتے ہیں اُس میں اُس تعداد اور طریقے کی پابندی ضروری ہے جو وہ بتلائیں کیونکہ جس مقصد سے وہ ذکر کیا جاتا ہے وہ اُسی طریقہ سے حاصل ہوتا ہے، اِس کی موٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف ثواب حاصل کرنے کے لیے اَلحمد شریف یا قرآن شریف کی کسی اور سورت کی تلاوت کرے تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ایک دفعہ صبح کو تلاوت کرلے، ایک دفعہ دوپہر کو اور اِسی طرح دو چار دفعہ

رات میں، لیکن اگر وہ اُس سورت کو حفظ بھی کرنا چاہتا ہے تو اُس کو مسلسل بلا کسی وقفہ کے بیسوں دفعہ ایک ہی نشست میں پڑھنا پڑے گا، اِس کے بغیر وہ یاد نہیں کر سکے گا، بس یہی فرق ہے اُس عام ذکر میں جو ثواب کے لیے کیا جاتا ہے اور اُس خاص ذکر میں جو حضراتِ مشائخ اہلِ سلوک کے لیے بطورِ علاج اور تدبیر کے تجویز کرتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو ذکر کی اِن قسموں کا فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے علمی اور فقہی اُلجھنیں ہوتی ہیں اِس لیے یہ مختصر بات یہاں عرض کر دی گئی۔

قرآنِ پاک کی تلاوت :

قرآنِ پاک کی تلاوت [١] بھی اللہ کا ذکر ہے بلکہ اعلیٰ درجے کا ذکر ہے، ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

[١] آج کل کے بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات کا خیال ہے اور وہ بڑے زور سے اِس کی اِشاعت کرتے ہیں کہ معنی مفہوم سمجھے بغیر قرآن شریف کی تلاوت بالکل فضول ہے۔ یہ بیچارے شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح قانون یا اَخلاق کی دُوسری کتابیں ہوتی ہیں اِسی طرح کی ایک کتاب قرآن شریف بھی ہے اور جیسے کسی قانونی یا اَخلاقی کتاب کو اُس کے نہ سمجھنے والے کا پڑھنا بالکل فضول اور لایعنی فعل ہے اِسی طرح اُن لوگوں کا تلاوت کرنا بھی ایک فعل عبث ہے جو قرآن کے معنی نہیں سمجھتے حالانکہ دُوسری کتابوں سے مختلف اللہ کی اِس مقدس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اللہ پاک کی کتاب ہے اِس لیے اَدب اور عظمت کے ساتھ اِس کی صرف تلاوت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و عبدیت کے تعلق کو ظاہر کرنے والا ایک عمل ہے اِس لیے یہ ایک مستقل عبادت ہے۔

اگر قرآن مجید کی تلاوت کا مقصد سمجھنا ہی ہوتا تو ایک ایک نماز میں چار چار دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہ ہوتا کیونکہ معنی اور مطلب سمجھنے کے لیے تو ایک دفعہ کی تلاوت کافی ہوتی، اِس طرح کی غلط فہمیاں دراصل اُن لوگوں کو ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو دُنیا کے حاکموں کی طرح کا بس ایک حاکم سمجھتے ہیں اور اُس کی شانِ محبوبیت اور معبودیت سے نا آشنا ہیں یا یوں سمجھئے کہ جنہوں نے صرف دماغ سے خدا کو جانا اور مانا ہے اور دِل سے ماننا ابھی اُنہیں پوری طرح حاصل نہیں ہوا ہے، اِس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن کا جو اَصل مقصد ہے یعنی ہدایت و نصیحت، وہ سمجھنے ہی پر موقوف ہے اِس لیے اِس کو سمجھنا اور تفکر و تدبر کے ساتھ اِس کی تلاوت کرنا یہ سعادت کا اعلیٰ درجہ اور اُونچا مقام ہے، یہی مسئلہ اِعتدال اور قولِ حق ہے ﴿ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾

''اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت دُوسرے کلاموں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسی اللہ کی فضیلت اُس کی مخلوق پر۔''

ایک دُوسری حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے تو اُس کے لیے ایک نیکی ہے اور اُس ایک نیکی کا اَجر دس نیکیوں کے برابر ہے، پھر فرمایا میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ اِس کا ''الف'' ایک حرف ہے ''لام'' دُوسرا حرف ہے اور ''میم'' تیسرا حرف ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے جو حضرت اَبو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

''لوگو ! قرآن پڑھا کرو، قیامت کے دِن قرآن اُن لوگوں کی شفاعت کرے گا جو قرآن والے ہوں گے۔''

ذکر کے متعلق چند آخری باتیں :

(۱) ذکر کرتے کرتے جن اللہ کے بندوں کے دِل میں ذکر بس گیا ہے اور اُن کی زندگی کا جزو بن گیا ہے اُنہیں تو ذکر کے لیے کسی خاص پابندی اور اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن ہم جیسے عوام اگر ذکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھانا اور ذکر کے برکات وثمرات حاصل کرنا چاہیں تو اُن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے حالات کے لحاظ سے ذکر کی کچھ تعداد اور اُس کا وقت مقرر کر لیں اور بہتر یہ ہے کہ کلمات کے اِنتخاب میں کسی صاحبِ ذکر سے مشورہ لے لیں یا مذکورہ بالا کلماتِ ذکر میں جس ذکر سے اپنی طبیعت کو زیادہ مناسبت ہو اُس کو مقرر کر لیں، اِسی طرح قرآن شریف کی تلاوت کے لیے بھی وقت مقرر کر لیں۔

(۲) جہاں تک ممکن ہو جس کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اُس کے معنی کا بھی

دھیان رکھا جائے اور اللہ کی عظمت اور محبت کے شعور کے ساتھ ذکر کیا جائے اور اِس پر یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس اور میرے ساتھ ہیں اور میرے ہر لفظ کو سن رہے ہیں۔

(۳) ذکر کے لیے وضو شرط نہیں ہے، اِس لیے وضو نہ ہونے کی حالت میں بھی بے تکلف ذکر کیا جا سکتا ہے، اِنشاء اللہ جس ثواب کا وعدہ ہے وہ پورا پورا ملے گا لیکن وضو کے ساتھ ذکر کی تاثیر اور نورانیت بڑھ جاتی ہے۔

(۴) اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ ذکر کے تمام کلمات میں کلمۂ تمجید (تیسرا کلمہ) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ بہت جامع ہے، اگر اِس کو اپنا وِرد بنا لیا جائے تو اِس میں سب کچھ ہے اور اپنے اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ عام طالبین کو مستقل وِرد کے لیے یہی کلمہ اور اِس کے ساتھ اِستغفار اور درود شریف بتلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ اُس کے ذکر سے ہمارے قلوب معمور اور ہماری زبانیں تر رہیں اور اُس کے اَنوار وآثار اور برکات وثمرات ہمیں نصیب ہوں۔

ہمارا شغل ہو راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہو محو خیالِ یار ہو جانا

۞ ۞ ۞

وفیات

دہلی میں بڑے حضرتؒ کے عم زاد سیّد عارف میاں صاحب کی خوشدامن صاحبہ گزشتہ ماہ دیوبند میں طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

قسط : ۲۳

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ حضرت لقمان حکیم کا قصہ ﴾

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰهِ ط وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ o وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ ط اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ o وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ج حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ط اِلَیَّ الْمَصِیْرُ o وَاِنْ جَاهَدٰکَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ o یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَکَ ط اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ o وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ o وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ ط اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ o ﴾ (سُورہ لقمان : ۱۲ تا ۱۹)

''اور ہم نے دی لقمان کو عقلمندی کہ حق مان اللہ کا، اور جو کوئی حق مانے اللہ کا تو مانے گا اپنے بھلے کو، اور جو کوئی منکر ہوگا تو اللہ بے پرواہ ہے سب تعریفوں والا۔

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو، جب اُس کو سمجھانے لگا، اے بیٹے ! شریک نہ ٹھہرائیو اللہ کا، بے شک شریک بنانا بھاری بے اِنصافی ہے۔

اور ہم نے تاکید کردی اِنسان کو اُس کے ماں باپ کے واسطے، پیٹ میں رکھا اُس کو اُس کی ماں نے تھک تھک کر اور دُودھ چھڑانا ہے اُس کا دو برس میں کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا، آخر مجھ ہی تک آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ سے اَڑیں اِس بات پر کہ شریک مان میرا اُس چیز کو جو تجھ کو معلوم نہیں تو اُن کا کہنا مت مان اور ساتھ دے اُن کا دُنیا میں دستور کے موافق اور راہ چل اُس کی جو رُجوع ہوا میری طرف، پھر میری طرف ہے تم کو پھر آنا، پھر میں جتلا دُوں گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے۔

اے بیٹے ! اگر کوئی چیز ہو برابر رائی کے دانے کے پھر وہ ہو کسی پتھر میں یا آسمانوں میں یا زمین میں، لا حاضر کرے اُس کو اللہ، بے شک اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو، خبردار ہے۔

اے بیٹے ! قائم رکھ نماز اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے اور تحمل کر جو تجھ پر پڑے، بے شک یہ ہیں ہمت کے کام۔

اور اپنے گال مت پُھلا لوگوں کی طرف اور مت چل زمین پر اِتراتا، بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اِتراتا بڑائیاں کرنے والا، اور چل بیچ کی چال اور نیچے کر آواز اپنی، بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔''

حضرت لقمان علیہ السلام، حضرت داوئد علیہ السلام کے زمانے میں تھے، آپ ایک نیک سیرت اور نیک اِنسان تھے، آپ اپنے آقا کی بکریاں چَرایا کرتے تھے، آپ زیادہ مال دار تو نہ تھے لیکن اللہ

نے آپ کو حکمت و بصیرت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، آپ شکل وصورت اور ظاہری خدوخال کے اِعتبار سے زیادہ خوبصورت نہ تھے کیونکہ آپ کا رنگ سیاہ تھا ہونٹ موٹے تھے اور پاؤں میں پھٹن تھیں۔

آپ کے آقا نے ایک دِن آپ سے کہا کہ اے لقمان ! ہمارے لیے ایک بکری ذبح کرو اور اُس کا سب سے اچھا عضو ہمارے سامنے پیش کرو، آپ نے بکری ذبح کی اور اُس کا دِل اور زبان نکال کر اپنے آقا کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب سے اچھے اَعضاء ہیں، چند دنوں کے بعد آقا نے دوبارہ حضرت لقمان علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بکری ذبح کرو اور اُس کا سب سے برا عضو لے کر آؤ، آپ نے بکری ذبح کی اور اُس کا دِل اور زبان نکال کر آقا کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب سے برے اَعضاء ہیں۔

آقا کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا، اُس نے آپ سے کہا کہ جب میں نے عمدہ اَعضاء پیش کرنے کو کہا تو تم دِل اور زبان لے آئے اور جب میں نے تمہیں برے اَعضاء لانے کو کہا تو بھی تم دِل اور زبان لے آئے ، یہ کیا بات ہوئی ؟ آپ نے جواب میں اِرشاد فرمایا آقا ! جب یہ دونوں عضو درست رہیں تو اِن سے بہتر کوئی عضو نہیں اور جب یہ دونوں عضو بگڑ جائیں تو اِن سے برا کوئی عضو نہیں۔

یہ واقعہ آپ کی حکمت کے اُن نوادرات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی، جب آقا نے دِل اور زبان کے متعلق آپ کا جواب سنا تو اُسے آپ کی حکمت اور ذہنی فراست کا پتہ چلا، آپ کی اِس حکمت سے بہت زیادہ متعجب اور متاثر ہو کر اُس نے آپ کو آزاد کر دیا اور آپ کو بہت زیادہ مال بھی دیا تا کہ وہ آپ کی زندگی میں کام آئے۔

حضرت لقمان علیہ السلام لوگوں میں حکیم و دانا، اکثر اَوقات خاموش رہنے والے اور بہت کم بولنے والے مشہور ہو گئے، آپ کسی کو کچھ نہ کہتے، اگر آپ کو کسی سے کوئی تکلیف بھی پہنچتی تو آپ اُس سے بھلائی کا معاملہ کرتے، اِن ہی صفائی کی بناء پر لوگوں نے آپ کو اپنا قاضی منتخب کر لیا تا کہ آپ اُن کے باہمی معاملات کا فیصلہ فرمایا کریں۔

ایک دِن ایک شخص آیا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ کیا آپ وہی لقمان نہیں ہیں جو بنی حساس کی بکریاں چَرایا کرتے تھے ؟ آپ نے جواب دیا ہاں میں وہی ہوں، پھر اُس شخص نے کہا کیا آپ حبشی نہیں ہیں ؟ آپ نے جواب دیا کہ میرا سیاہ رنگ تو میرا ظاہر ہے اور ہر شخص اِس سے واقف ہے کہ میرا رنگ سیاہ ہے، آپ یہ بتلائیں کہ آپ کو مجھ پر کیوں تعجب ہو رہا ہے ؟ اُس شخص نے کہا آپ کے پاس لوگ اِتنی کثرت سے جمع ہیں اور ہر ایک آپ کا کہا مانتا ہے اور آپ کی بات پسند کرتا ہے، کس چیز نے آپ کو اِس مقام پر فائز کیا ہے ؟ آپ نے جواب دیا نظریں جھکانے، زبان کو روکنے، حلال روزی کھانے، سچ بولنے، وعدے کی پاسداری کرنے، مہمان کا اِعزاز و اِکرام کرنے اور بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دینے نے مجھے اِس مقام پر پہنچایا ہے۔

جو وصیتیں حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیں اُن میں سے چند یہ ہیں : اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، والدین کی فرمانبرداری کرنا اور اُن کی راحت و آرام کی خاطر رات بھر بیدار رہنا، نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا اور پیش آمدہ ناپسندیدہ اُمور پر صبر کرنا۔

✡ ✡ ✡

بقیہ : اعلیٰ اَخلاق کا معلم

کسی فریاد کرنے والے نے فریاد کی کہ '' ملکیت '' کیا ختم ہوئی '' فطرت '' کا سارا نظام ہی بدل گیا...تو جواب دیا گیا فطرت کوئی چیز نہیں ہے یہ سب سرمایہ داروں کے ہتھکنڈے ہیں جو پرانے زمانے سے چلے آرہے ہیں، اِن کی قدامت کا نام فطرت رکھ دیا گیا یہ آداب و اَخلاق سب خیالی باتیں ہیں۔

آپ نے اپنی دلّی کے مشہور شاعر اُستاد غالب کا یہ شعر نہیں سنا

ہستی کے دام میں نہ آجائیو اَسدؔ
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

✡ ✡ ✡ (جاری ہے) ✡ ✡ ✡

ماہِ صفر کے اَحکام اور جاہلانہ خیالات

﴿ جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

ماہِ صفر کا ''صفر'' نام رکھنے کی وجہ :

ماہِ صفر کو ''صفر'' کہنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ صفر کے معنٰی لُغت میں خالی ہونے کے آتے ہیں اور اِس مہینہ میں عرب کے لوگوں کے گھر عموماً خالی رہتے تھے کیونکہ چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) میں مذہبی طور پر اُن کو جنگ اور لڑائی نہ کرنے اور مذہبی عبادت اَنجام دینے کا بطورِ خاص پابند کیا گیا تھا اور محرم کا مہینہ گزرتے ہی اِس جنگجو قوم کے لیے مسلسل تین مہینوں کی یہ پابندی ختم ہو جاتی تھی لہٰذا وہ لوگ جنگ لڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر بتغیر ج ۲ ص ۳۵۴)

ماہِ صفر کے ساتھ ''مظفَّر'' لگانے کی وجہ :

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' اِس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کے معنٰی کامیابی و کامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنٰی نیکی اور بھلائی کے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں کیونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا اور آج بھی اِس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہونے والا سمجھتے ہیں اور اِسی وجہ سے اِس مہینہ میں خوشی کی بہت سی چیزوں (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات) کو منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں جبکہ اِسلامی اِعتبار سے اِس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اور اِسی وجہ سے اَحادیثِ مبارکہ میں اِس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے اِس لیے صفر کے ساتھ ''مظفر'' یا ''خیر'' کا لفظ لگا کر ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' کہا جاتا ہے تاکہ اِس کو منحوس اور شر و آفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی والا اور بامراد نیز خیر کا مہینہ سمجھا جائے اور اِس مہینے میں اَنجام دیے جانے والے کاموں کو نامراد اور منحوس سمجھنے کا تصور اور نظریہ ذہنوں سے نکل جائے۔

ماہِ صفر کے متعلق نحوست کا عقیدہ اور اُس کی تردید :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانۂ جاہلیت میں ماہِ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اِعتقاد رکھا جاتا تھا اور آج مذہبی لوگوں نے بھی اِس مہینہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے حتی کہ لاکھوں کے حساب سے آفات اور بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کر دی ہے اور اِسی پر اِکتفاء نہیں کیا بلکہ (نعوذ باللہ) جلیل القدر اَنبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اِس مہینہ میں مبتلاءِ مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی اُنہوں نے اِن مصیبتوں سے بچنے کے طریقے بھی ذکر کر دیے ہیں، یہ سب منگھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی کوئی صحیح سند نہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رُو سے بنیادی طور پر خود نحوست اور اِس مہینہ میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے بلکہ یہ جاہلیت کا اِیجاد کردہ نظریہ ہے تو اِس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ یقیناً باطل اور غلط ہی ہوگی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح اِرشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرما دی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ زمانۂ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی اُن سب کی بھی مکمل طور پر نفی اور تمام مسلمانوں کو اِس قسم کے توہمات سے بچنے کی تاکید فرما دی ہے بلکہ وہ تمام اَوہام وخرافات جن سے عرب کے مشرکین لرزہ براَندام رہتے تھے اور جن کو وہ بذاتِ خود دُنیا کے نظام پر اَثر ڈالنے والے اور دُنیا کے حالات کو بدلنے والے سمجھتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اُن کا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرمایا کہ اِن کی کوئی اَصل نہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا ھَامَۃَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ. (بخاری شریف)

''حضرت اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خود بخود) دُوسرے کو

لگ جانا ، بدفالی اور نحوست اور صفر (کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور مجذوم (کوڑھی) شخص سے اِس طرح بچو اور پرہیز کرو جس طرح شیر سے بچتے ہو۔''

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا ھَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ . (صحیح مسلم ، ابو داوٗد)

''حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرض کا (خود بخود بغیر حکمِ اِلٰہی کے) دُوسرے کو لگ جانا ، اُلّو ، ستارہ اور صفر (کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں (وہم پرستی کی باتیں ہیں)۔''

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰی وَلَا غُوْلَ وَلَا صَفَرَ . (صحیح مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ مرض کا (خود بخود) لگ جانا اور غولِ بیابانی اور صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعِیَافَةُ وَالطِّیَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ.
(ابو داوٗد ، ابن ماجه ، احمد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پرندوں کی بولی ، اُن کے اُڑنے (یا اُن کے نام) سے فال لینا اور کنکری پھینک کر (یا خط کھینچ کر) حال معلوم کرنا شیطانی کام (یا جادُو کی قسم) ہے۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَلَہٗ اَوْتَکَھَّنَ اَوْتُکُھِّنَ لَہٗ اَوْ سَحَرَ اَوْسُحِّرَلَہٗ وَمَنْ اَتٰی کَاھِنًا فَصَدَّقَہٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ . (مُسند بزار)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال (بدشگونی) لے

یا جس کے لیے بُری فال لی جائے یا جو خود کہانت کرائے یا جس کے لیے کہانت کرائی جائے یا جو خود جادُو کرے یا جس کے لیے جادُو کیا جائے ، اور جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اُس کی باتوں کی تصدیق کی تو اُس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن و شریعت) کا (ایک طرح سے) کفر کیا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اِسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ تمام خیالات باطل ہیں بلکہ نقل کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔

ماہِ صفر سے متعلق بعض روایات کا تحقیقی جائزہ :

منگھڑت اور اِیجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں لیکن جب جاہلوں یا اُن کے گمراہ کن رہنماؤں سے اِن باتوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو عوام میں مشہور ہوگئی ہیں تو وہ منگھڑت روایتیں اور غلط سلط دلیلیں پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں چنانچہ صفر کے مہینے کے منحوس ہونے کے متعلق بھی اِسی قسم کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّةِ .(موضوعات ملا علی قاریؒ ص ۶۹)

''جو شخص مجھے (یعنی بقول اُن لوگوں کے حضور ﷺ کو) صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اُس کو جنت کی بشارت دُوں گا۔''

اِس روایت سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کے منحوس اور نامراد ہونے کی دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی اِسی لیے تو نبی ﷺ نے صفر صحیح سلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی ہے۔

اِس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیے کہ اَوّل تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں بلکہ منگھڑت اور موضوع ہے یعنی حضور ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اِس کا ثبوت نہیں بلکہ بعد کے لوگوں نے خود گھڑ کر اِس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کر دی ہے چنانچہ خود ملا علی قاریؒ جو بہت بڑے جلیل القدر محدث ہیں وہ اِسے اپنی کتاب الموضوعات الکبیر میں درج فرما کر اِس کو بے بنیاد اور بے اَصل قرار دے رہے ہیں۔

دُوسرے اِس منگھڑت روایت کے مقابلے میں بے شمار صحیح اَحادیث صفر کے منحوس اور نامراد

ہونے کی نفی کررہی ہیں لہٰذا صحیح اَحادیث کے مقابلہ میں موضوع (منگھڑت) روایت پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

تیسرے بذاتِ خود اِس روایت میں صفر کے مہینہ کے منحوس ہونے کی کوئی دلیل بلکہ اِشارہ تک بھی نہیں، لہٰذا اِس روایت کے الفاظ سے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا صرف اپنا اِختراع اور خیال ہے چنانچہ اِس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے ہر صاحبِ عقل اِس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

چوتھے تھوڑی دیر کے لیے اِس روایت کے موضوع اور منگھڑت ہونے سے نظر ہٹا کر دُوسرے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو اِس کا صحیح مطلب اُن لوگوں کے بالکل خلاف جاتا ہے چنانچہ اِس کا صحیح مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ربیع الاوّل کے مہینے میں ہونے والا تھا اور آپ ﷺ وصال کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو ماہِ صفر کے گزرنے اور ربیع الاوّل کے شروع ہونے کی خبر کا اِنتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ ﷺ نے اِس بشارت کو مرتب فرمایا۔ تصوف کی بعض کتابوں میں اِسی مقصد کے لیے اِس روایت کو ذکر کیا گیا ہے، اِس سے معلوم ہوا کہ اِس روایت کا صفر کی نحوست سے دُور کا بھی تعلق نہیں بلکہ یہ مضمون اور مفہوم خود ساختہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک صورت میں خود یہ روایت خود ساختہ ہے اور دُوسری صورت میں اِس کا مضمون خود ساختہ ہے کسی پہلو سے بھی اِس روایت سے صفر کے مہینہ کا منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(ماخوذ از ''بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات'' از مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی بتغیر و اِضافہ)

ماہِ صفر کی آخری بدھ کی شرعی حیثیت اور اُس سے متعلق بدعات :

بہت سے لوگ ماہِ صفر کی آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اِس کو ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ صفر کی آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا اور سیر تفریح فرمائی تھی اِسی لیے بعض ناواقف اور سادہ لوح مسلمان مرد اور عورتیں اِس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں، شرینی اور چُوری تقسیم کرتے ہیں، بعض علاقوں میں گھونگنیاں (پکے ہوئے چنے) تقسیم کرتے ہیں، عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں اِس دن

خوشی وتہوار مناتے ہیں کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں، بعض مکتبوں میں بھی اِس دن چھٹی کی جاتی ہے اور اِس سلسلے میں ایک شعر بھی گھڑ لیا ہے جس کا مضمون یہ ہے :

آخری چہار شنبہ آیا ہے غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ تمام باتیں منگھڑت ہیں اِسلامی اِعتبار سے ماہِ صفر کی آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اور اِس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے۔ اِس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی منقول ہے کہ ایک نوابزادے نے اپنے اُستاد سے اِس تاریخ میں عیدی مانگی، اُنہوں نے شعر کے اَنداز میں اِس عیدی کو بہت اچھے طریقے پر رَد کر دیا ؂

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر ہست چوں چہار شنبہ ہائے دِگر

نہ حدیثی شد درآں وارِد نہ دَرو عید کرد پیغمبر

''صفر کے مہینے کی آخری بدھ دُوسرے مہینوں کی آخری بدھ کی طرح ہے اِس بارے میں کوئی خاص حدیث یا واقعہ ثابت نہیں اور نہ ہی اِس میں نبی ﷺ نے کوئی عید منائی ہے۔'' (زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۸)

بعض لوگ اِس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو اُن کو توڑ دیتے ہیں، اِسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلّے اور تعویذات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں، یہ چیزیں بھی توہم پرستی میں داخل ہیں۔

لہٰذا اِس دن کاریگر اور مزدوروں کا خاص اہتمام سے چھٹی کرنا بے اَصل ہے اور مزدُوروں کا مالک سے مٹھائی وغیرہ کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں اور اِس دِن کو دُوسرے دِنوں کی بہ نسبت زیادہ فضیلت اور ثواب والا سمجھنا بدعت ہے اور اِس دن برتن وغیرہ توڑنا اور مصیبتوں اور نحوست سے بچنے کے لیے چھلے اور تعویذ بنانا بھی شرعًا منع ہے کیونکہ یہ سب چیزیں قرآن وسنت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کسی سے بھی ثابت نہیں، یہ سب بعد کے لوگوں کی اِیجاد ہے اور اپنی طرف سے دین میں ایک نیا اِضافہ ہے جو خالص بدعت اور واجب الترک ہے۔

اِس دن آنحضرت ﷺ کا غسلِ صحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ اِس دن تو رحمتِ عالم ﷺ کی اُس بیماری کی اِبتداء ہوئی تھی جس میں آپ کا وصالِ مبارک ہوا۔ اِس بارے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے سلسلے اور مکتبۂ فکر کے حضرات متفق ہیں کہ آخری چہار شنبہ (یعنی صفر کی آخری بدھ) کے روز رحمتِ عالم ﷺ کے مرضِ وفات کا آغاز ہوا تھا، چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں :

☆ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''۲۸ر صفر ۱۱ر ھ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ ﷺ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دُعائے مغفرت کی ، وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہوگیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اِسی حالت میں وفات ہوگئی۔'' (سیرتِ خاتم الانبیاء ص ۱۴۱)

☆ فقیہِ وقت حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اَصل نہیں بلکہ اِس دن جنابِ رسول اللہ ﷺ کو شدتِ مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی ، وہ اَب جاہل ہندوؤں میں رائج ہوگئی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ''.(فتاوی رشیدیہ ص ۱۵)

☆ بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا اَحمد رضا خان صاحب کا فتویٰ :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اَصل نہیں، نہ اِس دن صحت یابی حضور سیّد عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرضِ اَقدس جس میں وفات ہوئی اُس کی اِبتداء اِسی دن سے بتائی جاتی ہے۔'' (اَحکامِ شریعت ج ۳ ص ۱۸۳)

☆ بریلوی مکتبۂ فکر کے ایک دُوسرے عالم مولانا اَمجد علی صاحب تحریر کرتے ہیں :

''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر و تفریح اور شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِس روز غسلِ صحت فرمایا تھا

اور بیرونِ مدینہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اَصل ہیں بلکہ اِن دِنوں میں حضورِ اَکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا، لوگوں کو جو باتیں بتائی ہوئی ہیں، سب خلافِ واقع ہیں۔'' (بہارِ شریعت ج ۶ ص ۲۴۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کُل تیرہ دن بیمار رہے ہیں اور اِس پر بھی سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے پیر کے روز وصال فرمایا ہے، اِس حساب سے اگر دیکھا جائے تو آپ ﷺ کے مرضِ وفات کا دن بدھ ہی بنتا ہے۔ اِس طرح سے کہ بدھ سے دُوسرے بدھ تک آٹھ دن اور جمعرات سے پیر تک پانچ دن (۸+۵=۱۳) لہٰذا مرضِ وفات کا آغاز بالاتفاق بدھ ہی کا دِن ہوا۔ مذکورہ بالا حوالے جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ صفر کے مہینے کی آخری بدھ رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات کے آغاز کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا اور آپ ﷺ کے مرضِ وفات پر خوشی کیسی ؟

درحقیقت بات یہ ہے کہ آخری چہار شنبہ یہودیوں اور اِیرانی مجوسیوں کی رسم ہے جو اِیران سے منتقل ہوکر ہندوستان میں آئی ہے اور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اِسے پروان چڑھایا۔ (دائرہ معارفِ اِسلامیہ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ج ۱ ص ۱۸)

یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور اُن کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۱۲)

لہٰذا یہ یہود و ہنود کی خوشی کا دن تو ہوسکتا ہے مسلمانوں کا نہیں، مسلمانوں کا اِسے بطورِ خوشی منانا سخت بے غیرتی اور بے اَدبی ہے، مسلمانوں کا اِس دِن مٹھائی تقسیم کرنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے شدتِ مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہرحال یہ طریقہ غلط ہے اِس سے بچنا لازم ہے، بغیر نیت کے بھی یہود کی موافقت کا طریقہ اِختیار نہیں کرنا چاہیے۔

مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اِس یہودیانہ و مجوسیانہ اور ہندوانہ رسم کو اپنا کر کہیں حضورِ اَکرم ﷺ کے مرضِ وفات کا جشن منانے میں یہود و ہنود کی صورتًا موافقت تو نہیں کر رہے ؟

بدشگونی اور اِسلامی نقطۂ نظر

﴿ حضرت مولانا مفتی رفیع الدین حنیف صاحب قاسمی ﴾

''اِسلام'' حقائق، صداقتوں اور سچائیوں پر مشتمل دین ہے ،توہمات وخرافات، دُور اَذکار باتوں، خیالی وتصوراتی دُنیا سے اِس کا کوئی تعلق نہیں، یہ بدشگونی و بدگمانی اور مختلف چیزوں کی نحوست کے تصور و اِعتقاد کی بالکل نفی کرتا ہے، اِسلام دراصل ایک اکیلے واحد ویکتا اور ایسی قادرِ مطلق ذات پر یقین و اِعتقاد کی تعلیم دیتا ہے جس کے تنہا قبضۂ قدرت اور اُسی کی تنہا ذات کے ساتھ اچھی و بری تقدیر وابستہ ہے، آدمی کی اپنی تدبیریں محض اَسباب کے درجے میں ہوتی ہیں، اِن سے ہوتا کچھ نہیں، سب کا سب اُس ایک اکیلے اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے، یہی وہ اِسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس سے شرک وکفر، اَوہام وخرافات اور خیالی وتصوراتی دُنیا کی بہت ساری بداِعتقادیوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

آج کل کی مشکل اور دُشوار گزار زندگی میں غیروں کو تو چھوڑیے جن کے مذہب کی بنیاد ہی اَوہام وخرافات پر ہوتی ہے، دیو مالائی کہانیاں اور عجیب وغریب قصے جس کا جزوِ لازم ہوتے ہیں، غیروں کے ساتھ طویل بود و باش اور رہن سہن کے نتیجے میں خود مسلمانوں میں بھی دِنوں، مہینوں، جگہوں، چیزوں اور مختلف رسوم ورواج کی عدم اَدائیگی کی شکل میں بے شمار توہمات در آئے ہیں کہ فلاں دِن اور فلاں مہینہ منحوس ہوتا ہے، فلاں رُخ پر گھر بنانے یا جائے وقوع یا سمت اور رُخ کے اِعتبار سے سعد ونحس کا اِعتقاد کیا جاتا ہے، مختلف تقریبات بلکہ بچے کی پیدائش سے لے کر اُس کے رشتۂ اَزدواج کے بندھن میں بندھ جانے، اُس کے صاحبِ اَولاد ہونے پھر اُس کے عمر کے آخری مراحل سے گزر کر اُس کے موت کے منہ میں چلے جانے بلکہ اُس کے مرنے کے بعد اُس کے دفنانے بلکہ اُس کے بعد بھی مختلف رسوم ورواج کا سلسلہ چلتا رہتا ہے جس کی عدمِ اَدائیگی کو نحوست کا باعث گردانا جاتا ہے، اِن بے جا تصورات وخیالی توہمات کے ذریعے جانی، مالی، وقتی ہر طرح کی قربانیاں دے کر اپنے آپ کو

گراں بار کیا جاتا ہے، اَلغرض لوگوں نے اِن توہمات وخرافات کی شکل میں زندگی کے مختلف گوشوں میں اِس قدر بکھیڑے کھڑے کردیے ہیں کہ شمار واِحصاء سے باہر، سچ کہا ہے شاعر مشرق علامہ اِقبالؒ نے :

وہ اِک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جہاں ہم نے ایک اکیلے، واحد وتنہا اور قادرِ مطلق ذات کو حقیقی معبود ومسجود اور اُس کی بارگاہ کی حاضری اور اُس کے سامنے جبینِ نیاز خم کرنا چھوڑ دیا، اُسی کی ذات کے ساتھ نفع ونقصان کی وابستگی کے اِعتقاد کو پس پشت ڈال دیا، عجیب بھول بھلیوں میں گم ہوگئے، مختلف پتھروں مورتیوں رسموں رواجوں مختلف اَوقات وگھڑیوں اور مہینوں واَیام سے اپنی تقدیر وابستہ کر بیٹھے اور اپنی منفعت ومضرت کو اُن سے منسوب کردیا، ایک اکیلے اللہ کو راضی کرنا کتنا آسان تھا، اِس سے بڑھ کر بے زبان، بے عقل جانور، کتے، بلیوں، طوطوں، اُلوؤں اور کوؤں تک سے اپنے نفع ونقصان کا اِعتقاد یہ کس قدر نادانی اور بچکانی اور گئی گزری ہوئی حرکت ہوسکتی ہے، اگر ہم ایک اکیلے اللہ کو حقیقی نافع وضار سمجھ کر اُس سے اپنی تقدیر کا بننا وبگڑنا وابستہ کرتے اور اُسی یکتا وتنہا ذات کو اپنی مقدس پیشانی کو جھکانے کے لیے چن لیتے تو آج کا یہ اِنسان اِس قدر حیران وسرگرداں نہ ہوتا کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے بچ جاتا۔

زمانۂ جاہلیت کی بدشگونیاں :

زمانۂ جاہلیت میں بھی اِسلام کی آمد سے قبل لوگوں میں مختلف چیزوں سے شگون لینے کا رواج تھا۔

(۱) ایک طریقہ یہ تھا کہ خانۂ کعبہ میں تیر رکھے ہوئے ہوتے جن میں سے کچھ پر ''لا'' لکھا ہوتا یعنی یہ کام کرنا درست نہیں اور بعض میں ''نعم'' لکھا ہوتا یعنی یہ کام کرنا درست ہے، وہ اِس سے فال نکالتے اور اُسی کے مطابق عمل کرتے یا جب کسی کام سے نکلنا ہوتا درخت پر بیٹھے ہوئے کسی پرندے کو اُڑا کر دیکھتے کہ یہ جانور کس سمت اُڑا، اگر دائیں جانب کو اُڑ گیا تو اُسے مبارک اور سعد جانتے تھے کہ جس کام کے لیے ہم نکلے ہیں وہ کام ہوجائے گا اور اگر بائیں جانب کو اُڑ گیا تو اِس کو منحوس اور نامبارک سمجھتے، حضور اکرم ﷺ نے اِن سب چیزوں کی نفی فرمادی اور فرمایا : اَقِرُّوا الطُّیُوْرَ عَلٰی مَکَانَتِہَا

پرندوں کو اپنی جگہ بیٹھے رہنے دو (مرقاۃ المفاتیح)۔ اِن کو خواہ مخواہ اُڑا کر فال نہ لو، اِس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مختلف اِعتقاداتِ بد اور زمانۂ جاہلیت کے مختلف توہمات اور بدشگونیوں کا رَد فرمایا دیا ہے۔

(۲) اور فرمایا : لَاعَدْوٰی تعدیہ کوئی چیز نہیں ہوتی، یعنی زمانۂ جاہلیت کا ایک تصور یہ بھی تھا کہ بیماریاں ایک دُوسرے کو متعدی ہوتی ہیں، ایک دُوسرے کو منتقل ہوتی ہیں، حضورِ اکرم ﷺ نے اِس اِعتقادِ بد کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ تعدیہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اِس تعدیہ کے متعلق ایک دیہاتی نے جب آپ ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اُونٹ ریتیلے علاقوں میں بالکل ہرنوں کے مانند تیز و طرار ہوتے ہیں کہ کوئی عارضہ یا کوئی بیماری اُنہیں نہیں ہوتی اُن میں ایک خارش زدہ اُونٹ آکر گھل مِل جاتا ہے وہ سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے، یہ تو تعدیہ ہوا، اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ پہلے اُونٹ کو خارش کہاں سے ہوئی ؟ یعنی جب پہلے اُونٹ کی خارش من جانب اللہ ہے تو اِن تمام کا خارش زدہ ہونا بھی اُسی کی جانب سے ہے۔ (بخاری شریف : ۵۷۱۷)

(۳) اور فرمایا وَلَا ھَامَۃَ ہامہ بھی کوئی چیز نہیں ہے، ''ہامہ'' کہتے ہیں ''اُلو'' کو، اہلِ عرب کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ مردار کی ہڈیاں جب بالکل بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہوجاتی ہیں تو وہ ''اُلو'' کی شکل اِختیار کر کے باہر نکل آتی ہیں اور جب تک قاتل سے بدلہ نہیں لیا جاتا اُس کے گھر پر اُس کی آمد و رفت برقرار رہتی ہے، زمانۂ جاہلیت کی طرح موجودہ دور میں بھی ''اُلو'' کو منحوس پرندہ تصور کیا جاتا ہے، اِس کے گھر پر بیٹھنے کو مصائب کی آمد کا اعلان تصور کیا جاتا ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے اِن تمام اِعتقادات اور توہمات کا اِنکار کر دیا۔ (مرقاۃ المفاتیح) اِس طرح کے بعض ملتے جلتے اِعتقادات آج بھی پائے جاتے ہیں کہ شبِ معراج، شبِ براءت اور شبِ قدر اور عید وغیرہ میں رُوحیں اپنے گھر آتی ہیں، یہ سب توہمات ہیں۔

(۴) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا وَلَا غُوْلَ بھوت پریت کا کوئی وجود نہیں، یعنی اہلِ عرب کا یہ تصور بھی تھا کہ جنگلوں اور بیابانوں میں اِنسان کو بھوت پریت نظر آتے ہیں جو مختلف شکلیں دھارتے رہتے ہیں اور لوگوں کو گم کردہ راہ کر دیتے ہیں اور اُن کو بسا اَوقات جان سے بھی مار دیتے ہیں،

اِس طرح کے اِعتقادات اِس دور میں دیہاتوں وغیرہ میں بہت پائے جاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اِن سب خرافات کا اِنکار کردیا۔(اشِعۃُ اللمعات)

(۵) اورآپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا : وَلَا نَوْءَ ایک ستارے کا غروب ہونا اور دُوسرے کا طلوع ہونا یا چاند کی مختلف منزلیں مراد ہیں، اہلِ عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ بارش کو چاند کے مختلف برج یا منازل کے ساتھ منسوب کرتے تھے، چاند کے فلاں برج یا منزل میں ہونے سے بارش ہوتی ہے یا فلاں ستارے کے طلوع ہونے یا غروب ہونے سے بارش ہوتی ہے یعنی وہ بارش کی نسبت بجائے اللہ کے اِن ستاروں کی جانب کردیتے تھے، آپ ﷺ نے اِس کا اِنکار فرمادیا۔(اَبوداؤد : ۳۹۱۲)

اورایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر ایک دفعہ فجر کی نماز پڑھائی فجر سے پہلے بارش ہوچکی تھی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا :

''کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا: تو اُن لوگوں نے کہا اللہ اور اُس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔فرمایا کہ ''اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندوں میں سے کچھ نے تو حالت اِیمان میں صبح کی اور کچھ نے کفروشرک کی حالت میں صبح کی، جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل ورحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر اِیمان لائے اور اُنہوں نے ستاروں کا اِنکار کیا اور جنہوں نے یہ کہا کہ فلاں ستارے کے فلاں برج میں ہونے سے بارش ہوئی تو اُس نے میرا اِنکار کیا اور ستاروں کے ساتھ اپنا اِیمان وابستہ کیا وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَ کَذَا فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ۔'' (مسلم شریف رقم الحدیث : ۱۲۵)

ستاروں اور سیاروں کی گردش اور اُن کا طلوع وغروب ہونا بارش ہونے یا نہ ہونے کا ایک ظاہری سبب تو ہوسکتے ہیں لیکن مؤثر حقیقی ہرگز نہیں ہوسکتے، مؤثر حقیقی اور قادرِ مطلق محض اللہ جل شانہٗ کی ذات ہے۔(معارف القرآن)

عصرِ حاضر کی بدشگونیاں اور توہمات :

یہ زمانۂ جاہلیت میں بدفالی اور توہم پرستی کا ذکر تھا، عرب کے جاہلوں کی طرح آج کل بھی نام نہاد مسلمان طرح طرح کی بدگمانیوں اور بدشگونیوں میں مبتلا ہیں، خوصًا عورتوں میں اِس قسم کی باتیں مشہور ہیں، اگر کوئی شخص کام کو نکلا اور بلی یا عورت سامنے سے گزر گئی یا کسی کو چھینک آگئی تو سمجھتے ہیں کہ کام نہیں ہوگا، جوتی پر جوتی چڑ گئی تو کہتے ہیں کہ سفر درپیش ہوگا، آنکھ پھڑ کنے لگی تو فلاں بات ہوگئی، گھر پر کوے کی چیخ و پکار کو مہمان کی آمد کا اِعلان اور اُلو کی آمد کو نقصان کا باعث تصور کیا جاتا ہے، ہچکیوں کے آنے پر یہ کہا جاتا ہے کہ کسی قریبی عزیز نے یاد کرلیا، یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے سے سفر درپیش ہوتا ہے، اِس طرح روز مرہ کی زندگی میں بے شمار تصورات و خیالات ہیں جو رات دِن لوگوں سے سننے میں آتے ہیں، عجیب توہم پرستی کی دُنیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا صاف اور واضح اِرشاد ہے : اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ بدشگونی لینا شرک ہے۔ (اَبوداؤد شریف رقم الحدیث : ۳۵۴)

آج کل جانوروں سے بھی قسمت کے اَحوال بتائے جاتے ہیں، بہت سے لوگ لفافوں میں کاغذ بھرے ہوئے کسی چالو روڈ یا گاؤں اور دیہاتوں میں نظر آتے ہیں، طوطا یا مینا یا کوئی اور چڑیا پنجرے میں بند رکھتے ہیں اور گزرنے والے جاہل اُن سے پوچھتے ہیں کہ آئندہ ہم کس حال سے گزریں گے اور ہمارا فلاں کام ہوگا یا نہیں ؟ اِس پر جانور رکھنے والا آدمی پرندے کے منہ میں کوئی دانہ وغیرہ دیتا ہے اور وہ پرندہ کوئی بھی لفافہ کھینچ کر لاتا ہے پرندہ والا آدمی اُس میں سے کاغذ نکال کر پڑھتا ہے اور دریافت کرنے والے کی قسمت کا فیصلہ سناتا ہے، یا آج کل بہت سارے رسالے اور میگزین نکلتے ہیں جس میں حروفِ تہجی کے اِعتبار سے ''الف'' سے لے کر ''ی'' تک تمام حروف خانوں میں لکھے ہوتے ہیں جس حروف سے نام شروع ہوتا ہے نیچے تمام حروف کے اِعتبار سے اُس کے اَحوالِ زندگی اچھی یا بری تقدیر لکھی ہوتی ہے، اُس کو پڑھ کر اَحوال اور آئندہ پیش آنے والی خوشی و مسرت کی گھڑیوں یا مصائب کے لمحوں کو معلوم کیا جاتا ہے، یا خانوں میں مختلف حروف یا ستاروں کے نام لکھے ہوتے ہیں

آنکھ بند کر کے اُن پر اُنگلی رکھنے کو کہا جاتا ہے جس پر اُنگلی پڑتی ہے اُس کے اِعتبار سے نیچے اُس حرف کے سامنے لکھی ہوئی پیشین گوئیاں پڑھ کر اپنے اَحوال معلوم کرتے ہیں، یہ سب سراسر جہالت اور گمراہی ہے بلکہ آج کے مشینی دور میں قسمت کے اَحوال جاننے کے لیے مشین بھی تیار ہوگئی ہے، بس اَڈوں، ریلوے اسٹیشنوں پر دیکھا ہے کہ دِل کے اَحوال بتانے والی کوئی مشین ہوتی ہے جو اِنسانوں کے دِل کے اَحوال کا علم دیتی ہے، لوگ کان میں لگانے والے آلے کے ذریعے اُس مشین کے واسطے سے اپنے اَحوالِ قلب کو سنتے ہیں اور وہاں لوگوں کی بھیڑ اور ایک تانتا لگا ہوا ہوتا ہے۔

یاد رکھیے ! غیب کا علم اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، خود طوطا، مینا لے کر بیٹھنے والے کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کل کیا کرے گا ؟ اور بے چارے کی قسمت کا علم اُس کو ہوتا تو اِس چالو روڈ پر بیٹھ کر یہ چالو کام کرتا ہوا نہیں ہوتا، کوئی شخص نہیں جانتا وہ کل کیا کرے گا ؟ اور نہ ایک دُوسرے کو اِس بارے میں کوئی علم ہے، اِرشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا ﴾ (سُورہ لقمان : ۳۴)

''کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا۔''

نیز اِرشادِ خداوندی ہے :

﴿ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ (سُورة النمل :۶۵)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ فرما دیجیے کہ جو لوگ آسمان و زمین میں ہیں وہ غیب کو نہیں جانتے، غیب کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔''

یہ عجیب بات ہے کہ آدمی تو خود اپنا حال نہ جانے اور غیر عاقل جانور کو پتہ چل جائے کہ اُس کی قسمت میں کیا ہے۔ ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد گرامی ہے کہ :

مَنْ اَتَی عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً . (مسلم :۲۲۳۰)

''جو شخص کسی ایسے آدمی کے پاس گیا جو غیب کی باتیں بتاتا ہو پھر اُس سے کچھ بات پوچھ لی تو اُس کی نماز چالیس دِن تک قبول نہ ہوگی۔''

اور ایک حدیث میں اِرشادِ نبوی ہے کہ :

''جو کوئی کسی ایسے شخص کے پاس گیا جو غیب کی خبریں بتاتا ہو اور اُس کے غیب کی تصدیق کردی تو اُس چیز سے بری ہوگیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔'' (اَبوداؤد)

ماہِ صفر کی نحوست کا تصور :

بعض لوگ صفر کے مہینے کے تعلق سے یہ نظریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اِس مہینے میں مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں، اِسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگ مختلف قسم کے توہمات وسوسوں اور غلط عقائد میں گھرے ہوئے تھے، حضور اکرم ﷺ نے صفر کے مہینے کی نحوست کا اِنکار کرتے ہوئے فرمایا : وَلَا صَفَرَ تیرہ تیزی کی کوئی حقیقت نہیں۔عرب خصوصًا صفر کے اِبتدائی تیرہ دِنوں اور عمومًا پورے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے، زمانۂ جاہلیت میں مثلاً اِس میں عقدِ نکاح ، پیغامِ نکاح اور سفر کرنے کو منحوس اور نامبارک اور نقصان کا باعث سمجھا جاتا تھا، حضور اکرم ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کے اِس اِعتقاد کی پُر زور تردید فرمائی کہ صفر میں نحوست کا اِعتقاد سرے سے غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ دِن، مہینہ یا تاریخ منحوس نہیں ہوتے کہ فلاں مہینے میں فلاں تاریخ میں فلاں دِن میں شادی کے اِنعقاد کو بابرکت تصور کیا جائے اور بعض دنوں جیسا کہ مشہور ہے کہ ''تین ، تیرہ، نو، اَٹھارہ'' یہ منحوس دِن تصور کیے جاتے ہیں بلکہ اِس تعبیر ہی کو بربادی اور تباہی کے معنٰی میں لیا جاتا ہے، یہ سب خرافات اور خود ساختہ اور بناوٹی باتیں ہیں، زمانے اور دنوں میں نحوست نہیں ہوتی، نحوست بندوں کے اَعمال واَفعال کے ساتھ وابستہ ہے، جس وقت یا دِن یا لمحہ کو بندے نے اللہ کی یاد اور اُس کی عبادت میں گزارا وہ وقت تو اُس کے حق میں مبارک ہے اور جس وقت کو بدعملی ، گناہوں اور اللہ عزوجل کی حکم عدولیوں میں گزار دیا تو وہ وقت اُس کے لیے منحوس ہے، حقیقت میں مبارک عبادات ہیں اور منحوس معصیات ہیں۔الغرض منحوس ہمارے برے اَعمال اور غیر اِسلامی عقائد ہیں۔

اگر کسی مسلمان کو کوئی ایسی چیز پیش آجائے جس سے خواہ مخواہ ذہن میں بدخیالی اور بدفالی کا تصور آتا ہو تو جس کام سے نکلا ہے اُس سے نہ رُکے اور یہ دُعا پڑھے : (باقی صفحہ ۶۴)

دین کے مختلف شعبے

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

دین کے کام بہت ہیں اِسی اِعتبار سے دینی خدمت کے شعبے بھی بے شمار ہیں، ہر شعبہ اپنی اہمیت کے اِعتبار سے ناگزیر بھی ہے اور لائق توجہ بھی ہے، ضروری ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں یہ سب لازمی شعبے زندہ رہیں اور اِن پر محنتیں کی جاتی رہیں مثلاً چند شعبوں کے عنوانات یہ ہیں :

(۱) اصلِ دین کا تحفظ :

یہ عنوان بہت عام اور جامع ہے، اِس کے تحت میں وہ تمام ضروری خدمات آئیں گی جو دین کی تعلیم سے متعلق ہیں اور اِس عنوان کا مرکزی محور یہ ہوگا کہ جو دین آنحضرت ﷺ دُنیا میں لے کر تشریف لائے اور جو ہم تک آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اَکابر علماء وصلحاء کے مستند واسطہ سے پہنچا اُس کو بِلا کم و کاست محفوظ رکھا جائے۔ یہ وہ بنیادی خدمت ہے جس کے ذریعہ یہ دین آج تک عالمِ اَسباب میں محفوظ رہا ہے پھر اِس خدمت کے شعبے در شعبے ہوتے چلے جائیں گے، ایک شعبہ الفاظِ قرآنی کی حفاظت کا ہوگا، ایک شعبہ تجوید اور حُسنِ صوت سے متعلق ہوگا پھر کچھ اَفراد معانی قرآن کے تحفظ کے لیے علم تفسیر کو اپنا اَوڑھنا بچھونا بنالیں گے، کچھ حضرات حدیث کے الفاظ و معانی پر محنت کرنے والے ہوں گے اور ایک جماعت تفقہ فی الدین کی خدمت سنبھالے گی اور کچھ لوگ قرآن وسنت کی فہم کے لیے عربی زبان واَدب اور نحو وصرف اور بلاغت میں مہارت پیدا کریں گے، وغیرہ وغیرہ۔

اَلحمد للہ چودہ سو سال سے برابر اُمت میں ایسے باتوفیق رجالِ کار ہر زمانہ میں موجود رہے جنہوں نے اِن سب شعبوں میں بفضلِ خداوندی کارہائے نمایاں اَنجام دے کر دینِ محمدی اور شریعتِ مصطفوی کو اپنی اصلی شکل وصورت میں باقی رکھا ہے اور بحمدہ تعالیٰ آج بھی ایسے اَفراد کی کمی نہیں ہے۔

(۲) راستہ کی رُکاوٹوں کو دُور کرنا :

دین کا ایک بہت بڑا شعبہ یہ ہے کہ اگر کسی جگہ دین پر عمل کرنے میں کوئی رُکاوٹ آرہی ہو تو ایک جماعت اُن رُکاوٹوں کو دُور کرنے کے لیے سر ہتھیلی پر رکھ کر مردانہ وار میدان میں آجائے اور اِسلام کی سر بلندی کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرے، اِس شعبہ کا نام ''جہاد'' ہے جس کو حضورِ اکرم ﷺ نے ''اِسلام کا سب سے چوٹی کا عمل'' قرار دیا ہے ذُرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ اور اِس خدمت پر قرآن وسنت میں جس قدر عظیم الشان ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اِس میں کوئی اور عمل اِس کا ہم پلّہ اور شریک نہیں ہے، محض جذبات میں آکر جہاد کے متعلق وعدوں کو کسی اور عمل پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔

تاہم شرعی جہاد کے کچھ شرائط و آداب ہیں، اِس کا حکم کب جاری ہوتا ہے اور کہاں کس طرح کا جہاد مفید ہے ؟ اِس بارے میں معتبر علماء سے معلومات حاصل کرنی چاہئیں، یہاں تو اِس طرف توجہ دلانی ہے کہ دین پر عمل میں پیش آمدہ رُکاوٹوں کو دُور کرنے پر بھی ہر زمانہ میں متواتر محنتیں ہوتی رہنا ضروری ہیں ورنہ ہم مغلوب ہوتے چلے جائیں گے اور دُشمن اِس طرح حاوی ہوتا چلا جائے گا کہ ہم بعد میں ہاتھ پیر ہلانے کے قابل بھی نہ رہیں گے لہٰذا مستقل بیدار اور تیار رہنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان جیسے غیر مسلم ملک میں جمعیۃ علماء جیسی ملی تنظیموں کا مقصدِ قیام بھی یہی ہے کہ دین و مذہب پر عمل کرنے میں جو رُکاوٹیں آئیں اُنہیں دُور کیا جائے، بلاشبہ یہ بھی ایک بڑی دینی خدمت ہے تاکہ مسلمان عافیت کے ساتھ اپنے مذہبی اُمور اَنجام دے سکیں۔

(۳) باطل عقائد و نظریات کی تردید :

اِسی طرح ایک بہت ہی ضروری شعبہ یہ ہے کہ دین کے نام پر جب دین کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی سازشیں سامنے آئیں تو ایک جماعت اِن سے سینہ سپر ہو کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا کام اَنجام دے۔ بفضلہٖ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق قیامت تک ایسی مستعد جماعت اُمت میں برابر موجود رہے گی، ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا ''میری اُمت میں

برابر ایک جماعت اَمر حق پر مضبوطی سے ثابت قدم رہے گی ، اِس کو کسی کی مخالفت نقصان نہ پہنچا سکے گی لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ قَوَّامَةً عَلٰی اَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَّنْ خَالَفَھُمْ. (فیض القدیر ٦/ ٤٨٧) اور ایک اور روایت میں ہے کہ اِس اُمت کے بعد میں آنے والے معتبر لوگ ہی علم کتاب وسنت کے حامل ہوں گے جو دین سے (۱) غلو پسندوں کی تحریفات (۲) باطل پسندوں کی فریب کاریوں (۳) اور جاہلوں کی فاسد تاویلات کا قلع قمع کر دیں گے یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلْفٍ عَدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ. (رواہ البیھقی فی کتابہ المدخل، مشکوۃ)

معلوم ہوا کہ اِس طرح کے مستقل شعبہ کا وجود بھی اُمت میں لازم ہے ورنہ یہ اِمتیاز ہی نہ رہے گا کہ کیا حق ہے اور کیا باطل ؟ اور طاغوتی قوتیں محنتیں کرکے اصلی دین ہی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گی ، اِس لیے دین کے تحفظ اور اُس کی ترقی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اُن تمام باطل فتنوں سے ٹکر لی جائے جنہوں نے جاہلانہ تحریفات اور واہیات اور رکیک تاویلات کے ذریعہ گمراہی کا جال بچھا رکھا ہے ، جو لوگ اِس کام میں مشغول ہیں وہ بھی دین کی ایک عظیم الشان خدمت اَنجام دے رہے ہیں ، نئے زمانہ کے ''صلح کل'' لوگ اپنی مریض ذہنیت کی بناء پر اِس طرح کی محنتوں کو فضول بلکہ مضر سمجھتے ہیں مگر یہ اُن کی محض کج فہمی ہے ، اگر حق و باطل کا فرق نہ رہے تو دین مسخ ہو جائے گا اور سنت و بدعت کا کچھ پتہ نہ چل سکے گا ، ذرا غور فرمائیے اور تاریخ کے اَوراق پلٹ کر دیکھیے !

اگر تاریخ کے ہر دور میں علماء اِسلام نت نئے فتنوں کے خلاف سینہ سپر نہ ہوتے اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ اَنجام نہ دیتے تو کیا دین کی اصلی صورت باقی رہ جاتی ؟ اِن ہی علمائے حق نے اللہ کی توفیق سے شیعیت اور رافضیت کے غرور کو خاک میں ملا دیا ، اِنہوں نے ہی فتنۂ اعتزال کو نیست و نابود کیا ، اِن ہی کی جرأت و اِستقامت نے اکبر اعظم کے ''معجون مرکب دین اِلٰہی'' کو ہمیشہ کے لیے دفن کیا ، اِن ہی سر بکف محبانِ رسول ﷺ نے قادیانیت کی پُرفریب سازشوں کو طشتِ اَز بام کیا اور آج تک اِس مہم میں سرگرم ہیں اور جب بدعات و خرافات نے چولی دامن کے ساتھ رضا خانیت کے نام

سے جنم لیا تو یہی علماء حق کو حق اور بدعت کو بدعت بتانے کے لیے میدان میں آگئے اور جب حضراتِ صحابہؓ اور اَکابر اَولیاء اللہ پر تنقید و تبرّا کا دروازہ کھولنے کے لیے مولانا مودودی کا قلم حرکت میں آیا تو یہی وارثینِ اَنبیاء جانثارانِ نبوت حضرات صحابہؓ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہو گئے اور آج مادّی دولت کے زعم پر کچھ شرارت پسند غیر مقلد سلفیوں نے ائمہ اَربعہؒ اور اُمت کی اِنتہائی محترم شخصیات کے خلاف جو زہر اَفشانی پھیلا رکھی ہے اور عوام کو سخت اِنتشار میں مبتلا کر رکھا ہے، اِنشاء اللہ یہ جماعت حقہ اِن بدزبانوں کو بھی لگام دے کر اپنے منصبی فریضہ کو پورا کرے گی۔

الغرض دین کے نام پر جب بھی بددینی پھیلانے کی کوشش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بددینی کو مٹانے کے لیے ایک مستقل جماعت کھڑی کر دی جس کی وجہ سے ہزار کوششوں کے باوجود باطل کو اصل دین میں خلل اَندازی کا موقع نہ مل سکا، یہ جماعت اِس پر فریب نعرے سے متاثر نہیں ہوئی جسے آج فیشن میں ''اِتحادِ ملت'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اِتحاد ملت کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ ہر ناحق کو اپنے اُوپر چھوڑ دیا جائے اور اُس کی بدعقیدگی اور بدعملی پر کوئی نکیر نہ کی جائے، یہ اِتحاد نہیں بلکہ مداہنت ہے، اگر واقعی اِتحاد چاہیے تو وہ صرف اِس طرح ہوگا کہ ہر فرقہ اور ہر جماعت قرآن وسنت کو معیارِ اِتباع بنالے اور پھر آنحضرت ﷺ کی تربیتِ کاملہ سے پوری طرح فیض یاب ہونے والی عظیم ترین شخصیات جو اُمت میں نبی کے بعد سب سے افضل ہیں یعنی حضرات صحابہ کرام کو ''معیارِ حق'' تسلیم کرے اور جو عقیدہ اور عمل قرآن وسنت اور حضراتِ صحابہؓ کے موافق ہو اُسے اِختیار کیا جائے اور جو خلاف ہو اُسے ترک کر دیا جائے، اگر یہ طریقہ اِختیار کر لیا گیا تو اُمت میں تفرقہ بندی کی تمام حدیں توڑی جا سکتی ہیں، یہ تفرقے پیدا ہی اِسی لیے ہوئے ہیں کہ قرآن وسنت اور صحابہ کا طریقہ چھوڑ کر الگ نظریات واَعمال کو فروغ دے دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایسی جماعت کا وجود ناگزیر ہے جو غلط عقائد ونظریات اور بدعات ختم کرنے کے لیے سرگرم عمل رہے۔

(۴) دعوت اِلی الخیر :

یہ بھی دین کا نہایت اہم شعبہ ہے، لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دینا اور دُنیا میں اچھی باتوں کو فروغ دے کر برائیوں کو مٹانا اُمت ِ محمدیہ کی اِمتیازی صفت ہے اور اُمت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے اور بالخصوص جب بگاڑ حد سے تجاوز کر جائے اور عبادات سے لے کر معاشرت تک ہر شعبہ دین سے بے بہرہ ہونے لگے تو اُمت کو تباہی سے بچانے کے لیے اِنفرادی اور اِجتماعی ہر طرح کی کوششوں کا تسلسل زیادہ ضروری اور لازم ہوجاتا ہے۔

اَلحمدللہ ہر زمانہ میں دین کا یہ شعبہ زندہ اور متحرک رہا ہے، علماء نے وعظ و نصیحت کے ذریعہ اور صوفیاء نے بیعت و اِرشاد کے ذریعہ برابر دین کی آبیاری کی اور لاکھوں لاکھ لوگ اُن کی محنتوں کی بدولت راہِ حق پر گامزن ہوگئے اور اَخیر زمانہ میں ''دعوت اِلی الخیر'' کا یہ مہتم بالشان کام حضرت مولانا شاہ محمد اِلیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بے پایاں خلوص کے ساتھ ''تبلیغی جماعت'' کے نام سے سامنے آیا جو دیکھتے ہی دیکھتے دہلی اور میوات سے نکل کر عالم کے چپہ چپہ پر پھیل گئی اور جگہ جگہ دین کے عنوان پر حرکت میں برکت کے مناظر سامنے آنے لگے۔

اِس تحریک کی عمومیت نے رنگ و نسل اور علاقہ و زبان اور اَمیر و غریب کا فرق مٹادیا اور اُمت کا ہر طبقہ ''دعوت اِلی الخیر'' سیکھنے اور سکھانے کے لیے ایک ہی نظام سے مربوط ہوگیا، اِس تحریک کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ دین زندگی کے ہر گوشہ میں سما جائے، عبادات بھی شریعت کے مطابق ہوں اور معاشرت اور معاملات بھی اِسلامی رنگ میں رنگین ہوجائیں اور غیر اِسلامی عقائد و اَعمال سے مسلم معاشرہ پاک ہوجائے، اِس جماعت ِتبلیغ کی نماز اور روزہ پر محنت صرف اِس لیے نہیں ہے کہ دین کو بس عبادات کے دائرہ میں محدود کردیا جائے بلکہ دین پوری زندگی میں آنا چاہیے اور اِس کے لیے جہاں اچھائیوں کو پھیلانے کی ضرورت ہوگی وہیں برائیوں پر حکمت عملی سے نکیر کرنے کی بھی ضرورت ہوگی اِس لیے کہ جس طرح کھیتی اُس وقت تک برگ و بار نہیں لاسکتی جب تک کہ اُس کے جھاڑ جھنکار کی صفائی

نہ کی جائے، اِسی طرح اِسلامی معاشرہ کا تصور بھی اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ گناہوں اور نافرمانیوں کو جڑ سے نہ اُکھیڑ دیا جائے، جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ''جماعت'' کا کام تو بس نماز کی دعوت دینا ہے اور برائیاں کتنی ہی آنکھوں کے سامنے گھر میں یا باہر ہوتی رہیں اُن پر نکیر کرنا ہمارا کام نہیں، یہ بڑی بھول ہے۔

قرآنِ کریم نے دعوت کی تفسیر میں دونوں ذمہ داریوں کو بتایا ہے: (۱) اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اچھی باتوں کی تلقین (۲) نَھِیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ بری باتوں پر تنبیہ۔ اِن ہی دونوں ذمہ داریوں کو اَدا کر کے دعوت کا مفہوم پورا ہوتا ہے، یہ اِنصاف کی بات نہیں ہے کہ ہم اچھائیوں کی دعوت میں سب کچھ کھپا دیں اور جب برائیوں پر متنبہ کرنے کا وقت آئے تو دامن بچا کر لے جائیں کہ کہیں کوئی ناراض یا دَرپے آزار نہ ہو جائے۔ بہر کیف اُمت میں ایسے اَفراد کا موجود رہنا ضروری ہے جو دُنیا میں خیر کو پھیلاتے رہیں اور منکرات پر قوت کے ساتھ نکیر کرتے رہیں، یہ دین کا نہایت مفید اور وسیع ترین شعبہ ہے۔

دین کے تمام شعبوں کا مرکز :

دین کے اِن تمام شعبوں کا مرکز دورِ نبوت میں آنحضرت ﷺ کی مسجد مبارکہ تھی، وہیں تعلیم کے حلقے لگتے تھے، وہیں تربیت اور تزکیہ کا کام ہوتا تھا، وہیں سے مجاہدین کے لشکر منظم کر کے بھیجے جاتے تھے اور وہیں سے تبلیغی وفود رَوانہ ہوتے تھے، پھر کام کرنے والے بھی ایسے تھے جو بیک وقت معلّم بھی تھے مجاہد بھی تھے اور مبلغ بھی تھے۔ الغرض ہر شخص اپنی وسعت کے مطابق دین کی ہر خدمت اَنجام دینے کو تیار رہتا تھا، دَورِ صحابہؓ و تابعینؒ میں بھی یہی منظر دیکھنے کو ملتا رہا، بڑے بڑے اَکابر محدثین اور علماء حصولِ ثواب کے لیے مسندِ درس کو چھوڑ کر تلوار اُٹھاتے اور دُشمنانِ اِسلام کے مقابلہ میں اپنی دلیری اور بہادری کے جوہر دکھاتے تھے، اُس وقت چونکہ خلوص عام تھا اِس لیے یہ بات نہ تھی کہ یہ کام ہمارا ہے اور وہ کام اُن کا ہے، اِس کام کے تو ہم ہی ٹھیکیدار ہیں اِس میں دُوسرے کو شامل ہونے کی اِجازت نہیں بلکہ دین کے ہر کام کو ہر شخص اپنا ہی کام سمجھتا تھا اور ایک دُوسرے کے تعاون کی اِمکانی کوشش کی

جاتی تھی جس کا ثمرہ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ دین کا ہر شعبہ پوری قوت سے زندہ اور متحرک تھا اِس لیے کہ ہر چہار جانب سے مسلم معاشرہ میں اُس کی تقویت اور پشت پناہی میسر آتی تھی۔

موجودہ دور کا اَلمیہ :

مگر آج نفسانیت اور جہالت نے یہ دن دکھائے ہیں کہ دین کے شعبے الگ الگ طبقات میں بٹ کر رہ گئے ہیں، ہر شعبہ سے وابستہ شخص نہ صرف یہ کہ دُوسرے سے وابستہ نہیں ہونا چاہتا بلکہ اپنے شعبہ سے تعلق کے زعم میں دُوسرے شعبوں کی تحقیر اور اُس پر لعن طعن پر آمادہ ہوجاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دین تو بس وہی ہے جس کو اِس نے دین سمجھ رکھا ہے اور بقیہ ساری محنتیں جو دین کے نام پر کی جارہی ہیں وہ سب فضول ہیں۔

ایک طرف بعض اہلِ مدارس دعوت کی محنت کو خاطر میں نہیں لاتے یا ردِّ فرقِ باطلہ میں اپنی ذمہ داری نہیں نبھاتے اور اُن کے اِردگرد مسلم آبادیوں میں بدعقیدگی اور بدعملی کا طوفان رواں دواں رہتا ہے اور اُنہیں کچھ بھی اِحساس نہیں، دُوسری طرف دعوت کے کام میں لگے ہوئے بہت سے پُر جوش لوگ اِتنا حد سے تجاوز کرتے ہیں کہ اپنی خصوصی اور عمومی مجلسوں میں اہلِ مدارس اور علماءِ ربانیین کے خلاف بدکلامی اور بدزبانی پر اُتر آتے ہیں اور غیبت و بہتان جیسے بدترین گناہوں میں مبتلا ہوکر اپنے لیے خطرناک قسم کی محرومی مول لیتے ہیں، کسی کو تو اَلعیاذ باللہ اِتنا جوش آتا ہے کہ چند چلّے لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے بڑا دُنیا میں کوئی دیندار ہی نہیں ہے اور اِس عجب و تکبر کے نتیجہ میں بڑے بڑے علماء کو خاطر میں نہیں لاتا اور دین کے تحفظ کے لیے یا قادیانیت وغیرہ فرقِ باطلہ کی تردید کے لیے اگر کوئی تحریک چلتی ہے تو اُس کا ساتھ دینے میں اِس طرح اِعراض کیا جاتا ہے گویا وہ دین کا کام ہی نہ ہو۔

ہمیں معلوم ہے یہ حرکتیں جماعتِ تبلیغ کے لازمی اُصولوں کے خلاف ہیں، اِس جماعت کے بنیادی چھ نمبروں میں ''اِکرامِ مسلم'' ایک اہم نمبر ہے جس کا سب سے اَوّلین تقاضا عالِمِ دین کا اِحترام ہے، اِن ناواقف پرجوش لوگوں کی وجہ سے جماعت بدنام ہورہی ہے اور اِس کی آفاقیت میں کمی آنے

اور رفتہ رفتہ اِس کے سمت جانے کا خطرہ پیدا ہونے لگا ہے۔ ہماری یہ مخلصانہ دُعا اور دِلی خواہش ہے کہ دعوت و تبلیغ کی یہ مبارک جماعت اپنے بانی مبانی کے اُصولوں پر قائم رہ کر پورے عالم میں پھلے اور پھولے اور اِس کے ذریعہ دُنیا کے چپہ چپہ میں ہدایت کے برگ و بار آئیں اور رُوحانیت اور وحدانیت کے نور سے پوری دُنیا منور ہو جائے مگر ہمیں اِس کا بھی اِحساس ہے کہ کچھ خودغرض مفاد پرست لوگ اِس جماعت میں درآئے ہیں جو اپنے اِنفرادی عمل سے جماعت کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں اور بہت سی جگہ اِس نے بڑے فتنے کا رُوپ اپنا لیا ہے، قبل اِس کے کہ بات اور آگے بڑھے ایسے بدزبانوں اور ناعاقبت اَندیشوں کو لگام دینے کی ضرورت ہے۔

جماعت کے ہر فرد کو دین کے دُوسرے خدامِ دین کا بھی اُتنا ہی اِحترام کرنا چاہیے جتنا اپنی جماعت میں لگے ہوئے فرد کا کیا جاتا ہے اور محض اِس وجہ سے اُن سے ناگواری نہ ہونی چاہیے کہ وہ ہمارے مقررہ اُصول کے مطابق کام نہیں کررہے ہیں۔

دین کی خدمت کا میدان بہت وسیع ہے، دُوسرے پر تبرّا بازی کے بغیر بھی دین کی خدمت ہوسکتی ہے پھر اِس ''نیکی برباد گناہ لازم'' میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے ؟ اگر کسی کو اپنے شعبہ کے علاوہ کسی دُوسرے دینی شعبہ میں کام کرنے کا موقع نہیں ہے تو کم اَز کم اِس کی بیخ کنی اور مخالفت تو نہ کرے، یہ بھی ایک طرح کا تعاون کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر فرد کو اپنا محاسبہ کرنے اور ہر معاملے میں راہِ اِعتدال پر اِستقامت کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سے دین کے جس شعبہ کی خدمت میں جو کوتاہیاں ہو رہی ہیں اُنہیں معاف فرمائے اور اُن سے پوری طرح محفوظ رہنے کی سعادت سے نوازے، آمین۔

تعارف وتبصرہ '' فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ '' قسط : ۱

﴿ مولانا محمد طلحہ صاحب، متخصص فی علوم الحدیث جامعہ مدنیہ جدید ﴾

زیرِ نظر رسالہ ''عجالۂ نافعہ'' تالیف حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے موضوع پر اِنتہائی اہم مختصر اور عظیم شاہکار ہے، حضرت شاہ صاحب کی جلالتِ شان اور علمی رُسوخ اور تقویٰ و لِلّٰہیت پر اپنے اور پرائے سب شاہد ہیں، حضرت کے رسالے کے ترجمہ وتشریح کا کام حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب چشتی دامت فیوضہم نے اپنے ذمہ لے کر حضرت شاہ صاحب کے اِس رسالے کو دوام بخش دیا ہے، جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَ عَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

کیونکہ اب برصغیر خصوصًا پاکستان میں فارسی کا وہ رُجحان جو پہلے تھا اور فارسی کے ساتھ وہ اِعتناء جو اِس سے برتا جاتا تھا وہ ختم ہو چکا ہے اِس لیے یہ رسالہ بھی اَسلاف کی بعض اُن کتابوں کی طرح جو علمی خزانہ ہونے کے باوجود فارسی یا مشکل اُردو میں ہونے کی وجہ سے یا اُن پر توضیح وتشریح کا کام نہ ہونے کی وجہ سے نظروں سے اوجھل ہوگئی ہیں، خطرہ تھا کہ اِسی طرح یہ رسالہ بھی پردۂ خفا میں چلا جاتا، اللہ رب العزت حضرت چشتی صاحب کی حیات میں برکت عطا فرمائے اور اُن کو ایسی علمی خدمات کی مزید سے مزید توفیق بخشے کہ اُنہوں نے اِس رسالے کو پردۂ خفا میں جانے سے نکال لیا۔

اِس کتاب پر تبصرے سے قبل مؤلف عجالہ نافعہ کا تعارف مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اُن کے بلند مقام، عظمت، تبحر علمی اور اُن کے خاندان کے مرتبہ ومقام پر مطلع ہوا جا سکے اور اِس کتاب کی اہمیت واِفادیت خوب واضح ہو کیونکہ مارکیٹ میں ایک جملہ مشہور ہو چکا ہے کہ ''مُصَنَّفْ نہیں بکتی بلکہ مُصَنِّفْ بکتا ہے'' مطلب یہ کہ مصنف اگر جلالتِ شان والا اور متبحر عالم ہے تو اُس کی کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہے، بخلافِ مصنفِ مجہول کے کہ اُس نے کتنے ہی عمدہ موضوع پر قلم اُٹھایا ہو لیکن وہ کتاب عرصہ دراز تک کتب خانہ کے ریک میں رکھی رہتی ہے۔

نام و نسب :

آپ کا اَصلی نام ''عبد العزیز'' اور تاریخی نام ''غلام حلیم'' ہے، سلسلۂ نسب اَمیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

وِلادت باسعادت :

آپ دہلی میں ۲۵ رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ/ ۳۱ ستمبر ۱۷۴۶ء بروز جمعرات پیدا ہوئے۔

تحصیلِ علم :

حافظہ اور ذہانت خداداد تھی، قرآنِ مجید کے ساتھ فارسی بھی پڑھ لی اور گیارہ برس کی عمر میں عربی کا اِنتظام ہوا، پندرہ برس کی عمر میں جملہ علوم رسمیہ سے فراغت حاصل کی، علومِ عقلیہ کی تکمیل اپنے والد محترم کے بعض شاگردوں سے کی اور علومِ اَصلیہ یعنی حدیث و فقہ آپ کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود پڑھائی، ابھی آپ سترہ برس کے تھے کہ والد ماجد اِس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اِس بنا پر جو علوم باقی رہ گئے تھے اُن کی تکمیل آپ نے اپنے والد ماجد کے شاگردِ رشید شاہ محمد عاشق پھلتی رحمہ اللہ سے کی۔

درس و تدریس اور فضل و کمال :

آپ چونکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند تھے لہٰذا مسندِ درس و خلافت آپ ہی کے سپرد ہوئی اور آپ درس و تدریس، ہدایت و اِرشاد اور تصنیف و تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ میں کامل درستگاہ حاصل تھی، حافظہ بلا کا تھا، تقریر اِنتہائی مرتب و دِل نشین کرتے تھے اَنداز سحر اَنگیز اور نصیحت معنی خیز ہوتی تھی اِس چیز نے آپ کو مرجع عوام و خواص بنا دیا تھا۔ علوِ سند کی وجہ سے دُور دُور سے طلبہ خدمت میں حاضر ہوتے حلقۂ درس میں شرکت کرتے اور سند فراغت حاصل کرتے، حضرت رحمہ اللہ کی ذات سے ہندوستان میں علومِ اِسلامیہ خصوصًا حدیث و تفسیر کا خوب چرچا ہوا، مسلمانوں کی اِصلاح ہوئی اور فتنوں کا سد باب ہوا، آپ ہی کی

مساعئ جمیلہ نالۂ نیم شبی اور توجہ نے شاگردوں اور مریدوں میں وہ رُوح پھونکی جس نے مسلمانوں میں اِنقلاب برپا کردیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی تھانویؒ نے شیخ محمد تھانویؒ شاگردِ رشید حضرت شاہ محمد اِسحاق محدثِ دہلویؒ سے نقل کیا ہے کہ (اُنہوں نے) حضرت شاہ صاحبؒ کی نسبت فرمایا ''اِن کو چھ ہزار اَحادیث کے متن یاد تھے۔'' (الاضافات الیومیہ من الافادات القومیہ ۱/۲۷۰، اِدارہ اَشرفیہ ملتان)

شیخ محسن بن یحییٰ ترہتیؒ رقمطراز ہیں :

قد بلغ من الکمال والشهرة بحیث تری الناس فی مدن اقطار الهند یفتخرون باعتزائهم الیه، بل بانسلاکهم فی سمط من ینتمی الی اصحابه.[1]

نواب صدیق حسن خان صاحب قنوجی لکھتے ہیں :

''حضرت شاہ صاحبؒ اپنے وقت میں علماء اور مشائخ کے مرجع تھے، تمام علومِ متداولہ وغیر متداولہ میں اُن کو جو دستگاہ حاصل تھی وہ بیان سے باہر ہے، باطنی کمال کے ساتھ صوری جاہ وعزت اور ظاہری تعظیم واِحترام بھی حاصل تھا، اَمیر المجاہدین سیّد اَحمد شہیدؒ کو اِن ہی سے بیعتِ طریقت حاصل تھی، بلادِ ہند میں علم وعمل کی سیادت اِن پر اور اِن کے بھائیوں پر ختم تھی، اِن کی کتابیں فضلاء کی معتمد علیہ ہیں اِن کا خاندان علومِ حدیث اور فقہ حنفی کا خاندان ہے، اِس علم شریف کی خدمت جیسی اِس خاندان سے اِقلیم ہند میں بن آئی کسی دُوسرے خاندان کی بابت مشہور ومعلوم نہیں، درحقیقت اِس سرزمین میں عمل بالحدیث کی تخم ریزی اِن کے والد ماجد نے کی اور اُنہوں نے اِس کو برگ وبار بخشے اور پروان چڑھایا۔ (مُلخص و ترجمہ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقهاء المحدثین ص۲۹۶ مطبع نظامی کانپور)

---

[1] الیانع الجنی ص ۸۷

مولانا سیّد عبدالحیٔ حسنیؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کا تذکرہ اِن الفاظ سے شروع کیا ہے :

''الشیخ الامام ، العالم الکبیر، العلامة، المحدث عبد العزیز بن ولی اللّٰہ بن عبد الرحیم العمری الدهلوی سیّد علمائنا فی زمانه ابن سیّدهم لقبه بعضهم "سراج الهند" وبعضهم "بحجة اللّٰه."''

اورآگے تحریر فرماتے ہیں :

''وکان رحمه اللّٰه احد افراد الدنیا بفضله، وآدابه، وعلمه، وذکائه وفهمه، وسرعة حفظه اشتغل بالدرس والافادة وله خمس عشرة سنة، فدرس وافاد حتی صار فی الهند العلم المفرد وتخرج علیه الفضلاء وقصدته الطلبة من اغلب الارجاه وتها فتو علیه تهافت الظمآن علی الماء .... ولعلك تتعجب انه کان مع هذه الامراض المولمة والاسقام المفجعة، لطیف الطبع حسن المحاضرة جمیل المذاکرة فصیح المنطق ملیح الکلام ذا تواضع وبشاشة کثیر البحث عن الحقائق، قوی التصور و تود ولا یمکن الاحاطة بوصفه ومجالسته هی ترهة الاذهان والعقول بما لدیه من الاخبار التی تنشف الاسماع والاشعار المهذبة للطبائع'' (نزهة الخواطر : ٧/ ٢٦٨)

سرسیّد اَحمد خاں نے حضرت شاہ صاحب رحمة اللہ علیہ کا تذکرہ حسبِ ذیل الفاظ میں کیا ہے :

''اَعلم العلماء، اَفضل الفضلاء، اَکمل الکملاء، اَعرف العرفاء، اَشرف الاماثل، فخر الاماجد، رشکِ سلف، داغِ خلف، اَفضل المحدثین، اَشرف علماءِ ربانین، مولانا و بالفضل اَولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ کی ذات فیض سمات، اِن حضرت بابرکت کی فنون کسبی و وہبی اور مجموعہ فیضِ ظاہری و باطنی تھی۔'' (آثار الصنادید)

تصانیف :

(١) تفسیر عزیزی (٢) بستان المحدثین (٣) فتاوی عزیزی (٤) عجالہ نافعہ (٥) تحفۂ اِثنا عشریہ ١٢٤٠ھ کی تصنیف ہے، فارسی زبان میں ردِ روافض پر اِنتہائی بہترین کتاب ہے جس کے بارے میں

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی آیۃ من اٰیۃ اللہ، فرمایا کرتے تھے کہ تحفہ تو تحفہ ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے ''ھدیۃ الشیعہ'' نامی جو کتاب قلمبند فرمائی تو مدار تحفہ اِثنا عشریہ ہی کو بنایا، غالبًا یہی وہ کتاب تھی جس کی پاداش میں روافض کی طرف سے حضرت شاہ صاحبؒ کو دو مرتبہ زہر دیا گیا، ایک دفعہ تو چھپکلی کا اُبٹن دیا گیا جس سے حضرتؒ پر بیماریوں کا ہجوم ہوا جن کا تذکرہ سیّد عبدالحئیؒ حسنیؒ نے نزہۃ الخواطر میں کیا ہے، حضرتؒ کو برص و جذام ہوگیا، صرف اِسی پر روافض کے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اُس وقت دہلی پر تسلط دُشمنِ اَولیاء اللہ نجف علی خاں کا تھا جس نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہنچے نکلوا کر ہاتھوں کو بیکار کروادیا تاکہ آئندہ وہ کوئی تحریر نہ لکھ سکیں اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کروادیا تھا، اِسی نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مع اہل و عیال و حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے اپنے قلمرو سے نکلوادیا تھا اور سوار ہونے کی اِجازت بھی نہ دی تھی، حضرت پیدل شاہدرہ اور پھر جونپور تشریف لے گئے تھے، اِس سفر میں حضرت کو لُو لگی جس سے حضرت کی طبیعت میں حدّت پیدا ہوگئی۔ (اَرواحِ ثلاثہ)

وفات :

آپ نے ۹؍ شوال ۱۲۳۹ھ/ ۶؍ جون ۱۸۲۴ء بروز اِتوار جہانِ فانی سے آخرت کا سفر اِختیار کیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ. حکیم مومن خان مومنؔ نے تاریخِ وفات خوب کہی ؎

دستِ بیدادِ اَجل سے بے سروپا ہوگئے
فقر و دیں، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم و عمل

تعارف و تبصرہ بر کتاب عجالہ نافعہ :

اِس کتاب میں دو فصلیں ہیں :

فصل اَوّل :

علم حدیث کے فوائد اور اُن اَغراض و فوائد کے بارے میں ہے جن سے شوقِ طالب دوآتشہ

ہوسکتا ہے نیز ایسی شرائط بھی اِس میں مذکور ہیں جو اِس علم میں غور وخوض کے لیے درکار ہیں، اِس میں ایک جگہ علم حدیث سے اِشتغال کی عجیب ترین مگر حقیقت سے قریب بات تحریر فرمائی ہے، پڑھیے اور اِس سے حضرت شاہ صاحبؒ کی قوتِ تخیلیہ وتصور کا پتہ چلائیے جس کا ذکر ''نزہۃ الخواطر'' میں ہو چکا، شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر غور کیا جائے اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر علم کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اُس سے دل بستگی اور وابستگی کی وجہ سے نفسِ اِنسانی میں ایک خاص کیفیت خواہ بری ہو یا بھلی پیدا ہوجاتی ہے، علمِ حدیث میں مزاولت سے اِنسان میں شانِ صحابیت پیدا ہوتی ہے کیونکہ صحابیت کے معنی دراصل رسول اللہ ﷺ کے جملہ اَحوال سے واقفیت اور ہر عبادت وعادت میں آپ ﷺ کے ڈھنگ اور طریقوں کا مشاہدہ کرنے کے ہیں اور یہ بات اِمتدادِ زمانہ کی وجہ سے اُس شخص کی قوتِ مدرکہ اور متخیلہ میں جو اِس علم سے وابستگی رکھتا ہے ایسی جم جاتی ہے اور پختہ ہوجاتی ہے کہ مشاہدہ کے حکم میں ہوجاتی ہے، مندرجہ ذیل شعر میں اِسی جانب اِشارہ ہے ؎

اھل الحدیث ھموا اھل النبی وان
لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا

شرائط :

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اِس علم کو حاصل کرنے کے لیے دو باتوں کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے (چونکہ یہ علم ایک قسم کی خبر ہے اور خبر میں سچ اور جھوٹ دونوں کا اِحتمال ہوتا ہے)۔

(۱) راویانِ حدیث کے حالات کی چھان بین کرنا اور اُنہیں حاصل کرنا۔

(۲) حدیث کے معنی سمجھنے میں نہایت اِحتیاط سے کام لینا۔

اگر پہلی بات میں کوتاہی ہوئی تو سچے اور جھوٹے میں تمیز باقی نہیں رہے گی اور اگر دُوسری بات میں اِحتیاط نہ برتی گئی اور اِس میں ذرا سی کوتاہی ہوگئی تو مقصد اور غیر مقصد میں تمیز جاتی رہے گی اور دونوں خلط ملط ہوجائیں گے، اِن دونوں صورتوں میں علم سے جس فائدے کی توقع تھی وہ حاصل نہ ہوسکے گا بلکہ فائدے کے بجائے نقصان ہوگا خود بھی گمراہ ہوگا اور دُوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

پھر اِس کے بعد آپ نے طبقاتِ کتبِ حدیث بیان فرمائے ہیں۔ کتبِ حدیث صحت، شہرت اور قبولیت کے اِعتبار سے کئی طبقات پر مشتمل ہیں۔

طبقہ اُولیٰ :

اِس میں مؤطا اِمام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم شامل ہیں۔

طبقہ ثانیہ :

اِس میں جامع ترمذی، سنن اَبی داؤد اور سنن نسائی شامل ہیں۔

نوٹ :

''اِبن ماجہ'' کو اِبن الاثیر نے ''جامع الاصول'' میں ذکر نہیں کیا لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسند اَحمد اور سنن اِبن ماجہ دُوسرے طبقے میں شامل ہیں۔

طبقہ ثالثہ :

اِس میں مندرجہ ذیل کتابوں کے نام مذکور ہیں : مسند شافعی، مسند اَبی یعلیٰ، مصنف عبدالرزاق، مصنف اَبی بکر اِبن اَبی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند اَبی داؤد طیالسی، سنن دارِقطنی، صحیح اِبن حبان، مستدرک حاکم، کتب بیہقی، کتب طحاوی اور تصانیف طبرانی۔

طبقہ رابعہ :

اِس میں ایسی اَحادیث کی کتب کا نام لکھا ہے جن سے کسی عقیدہ یا عمل میں بطورِ دلیل کے اِستشہاد نہیں کیا جا سکتا، اِن میں کتاب الضعفاء اَز اِبن حبان، تصانیف حاکم، کتاب الضعفاء اَز عقیلی، کتاب الکامل اَز اِبن عدی، تصانیف اِبن مردُویہ، تصانیف خطیب، تصانیف اِبن شاہین، تفسیر اِبن جریر، فردوس دیلمی کی تمام تصانیف، تصانیف اَبی نعیم، تصانیف جوزقانی، تصانیف اِبن عساکر، تصانیفِ اَبوشیخ اور تصانیف اِبن نجار۔ اِس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے المؤتلف والمختلف کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

الموتلف والمختلف :

اِصطلاحِ محدثین میں ایسے نام جو خط وصورت کے اِعتبار سے ایک ہوں اور تلفظ کے اِعتبار سے مختلف ہوں جیسا کہ ''سلام'' اور ''سلّام'' پہلا تخفیفِ لام کے ساتھ اور دُوسرا تشدیدِ لام کے ساتھ، ''یزید'' اور ''برید''، وغیرہ۔ پھر اِس کے بعد مضامین اور ترتیبِ مضامین کے اِعتبار سے کتبِ اَحادیث کا تعارف کروایا ہے یعنی جامع، مسند، معجم، جزء اور اَربعین، وغیرہ۔

فصل دوم :

اِس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی اَسانید کا تذکرہ کیا ہے۔

خاتمہ :

اِس میں موضوع اَحادیث کی پہچان کا طریقہ اور راوی کے جھوٹے ہونے کی چند علامات ذکر کی ہیں اور اَغراضِ وضعِ حدیث کو بیان کیا ہے۔ (جاری ہے)

❁ ❁ ❁

بقیہ : بدشگونی اور اِسلامی نقطۂ نظر

اَللّٰھُمَّ لَا یَأْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْ فَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِكَ .(ابو دوٗد : ۳۹۱۹)

''اے اللہ ! اچھائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور بری چیزوں کو تیرے سوا کوئی دُور نہیں کرتا اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔''

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد ؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور